یٰسٓ وَالقُراٰنِ الحَکِیمِ اِنَّکَ لَمِنَ المُرسَلِینَ
محمد رسول اللہ
قرآن میں
تصنیف علامہ ارشد القادری مدظلہ
بریڈ فورڈ لندن
حاشیہ مفتی محمد غلام سرور قادری مدظلہ
ایم۔اے اسلامک
مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ہائی سٹریٹ ساہیوال پاکستان

محمد رسول اللہ
قرآن میں

مصنفہ علامہ ارشد القادری

حاشیہ: حضرت علامہ مفتی محمد غلام سرور صاحب قادری رضوی

ناشر: مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

نام کتاب ———— محمد رسول اللہ ﷺ قرآن و آسمانی صحائف میں

تصنیف ———— علامہ ارشد القادری

بار سوم ———— دو ہزار

مطبوعہ ———— تجارت پرنٹرز ۴۳ ریٹیگن روڈ لاہور

ناشر ———— مکتبہ فریدیہ ساہیوال

ضخامت ———— ۸۸ صفحات

قیمت ———— تین روپے صرف

ﷺ : صلی اللہ علیہ وسلم

احوالِ واقعی

ع
ہزار آندھیاں اٹھیں انہیں بجھانے کو
حریم کعبہ کے پھر بھی چراغ جلتے رہے

ہم تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم بیکراں اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتِ بے پایاں ہی کہیں گے کہ آٹھ دس ماہ کے مختصر اور قلیل عرصہ میں ہمارے مکتبہ اور اس کی شائع کردہ کتابوں کی دھوم پورے پاکستان میں مچ گئی ہے۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ میں اس کی مطبوعات پہنچ چکی ہیں۔ آج نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اس مکتبہ کا اپنا الگ مقام ہے۔ کیا کچھ شائع کیا! اس کی فہرست بہت طویل

ہے۔ مختصراً ،، آئینہ حق ،، (مبنی بر رد عیسائیت) "میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" الصوارم الہندیہ "۔" الحق المبین"۔ منکرین رسالت کے مختلف گروہ۔ اور محمد رسول اللہ قرآن میں "،،، ان میں سے بیشتر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں۔ اور کچھ کتابوں کے گنتی کے چند نسخے باقی رہ گئے ہیں، کتاب ،، محمد رسول اللہ قرآن میں' کی طباعت (مع اضافہ) ثانی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور دیگر کتابوں کی اشاعت کا تقاضا آپ جیسے مخلصین کی جانب سے برابر جاری ہے۔ کتاب " ہذا کی بے حد مقبولیت کی وجہ حقیقتاً علامہ ارشد القادری مدظلہٗ کا اسم گرامی اور ان کا دلنشیں اندازِ تحریر ہے آج کے دور میں ایسے ہی اندازِ تحریر کی ضرورت ہے جو خصوصاً نوجوان تعلیم یافتہ ترقی پسند طبقہ میں بے حد مقبول ہے۔

علامہ صاحب کو کون نہیں جانتا وہ ہندو پاک کے اہلِ علم و اہلِ قلم حضرات میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے قلم کا لوہا نہ صرف دوست بلکہ دشمن بھی مانتے ہیں۔ آپ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں۔ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ منتخب کردہ موضوع کا کوئی گوشہ کسی بھی اعتبار سے تشنہ نہیں رہتا۔ طرزِ استدلال اگرچہ مناظرانہ ہوتا ہے۔ مگر زورِ بیاں میں سرِ مو فرق نہیں آتا۔ نہ نفسِ مضمون سے قلم کبھی ادھر ادھر ہوا، نہ زبان کی شگفتگی و شستگی کو ہاتھ سے جانے دیا۔ اگر آپ کے

قلم کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا نیزہ یا خنجر خونخوار و برق بار کہا جائے تو مبالغہ نہیں۔ جب بھی آپ کی کوئی تحریر بامرہ افروز ہوتی ہے۔ تو بیساختہ زبان پر آجاتا ہے۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

"یا" کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار و برق بار
اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

زیرِ نظر کتاب کی تعریف، اس کا عنوان ہے۔ جو ہر اعتبار سے کامل و اکمل ہے۔ اور حضرت مفتی محمد غلام سرور صاحب قادری ایم اے کے مفید حواشی نے اس کی افادیت میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف دمشقی کی دینی و علمی مساعئ جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے علم سے ہمیں فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس موقع پر ہم آپ کے تعاون کا شکریہ ادا کرنا کیسے فراموش کر سکتے ہیں کہ ہماری یہ دینی خدمات اور ہماری مطبوعات کی اشاعتِ کثیرہ، ہمارے مکتبہ کی شہرت دراصل آپ ہی کے تعاون کا نتیجہ ہے ورنہ اس گرانی کے دور میں ہماری کیا بساط جبکہ بڑے بڑے کتب خانے دم توڑ چکے ہیں۔

ہمارے مکتبہ کا ارتقار آپ کے جذبۂ دینی اور شوق کتب بنی خدا اور حبیب خدا

سے سچی محبت مذہب حقہ اہلسنت وجماعت سے حقیقی لگاؤ کا مرہون منت
ماحصل اور نتیجہ ہے۔ ہم اس حوصلہ افزائی پر آپ کے بے حد ممنون ہیں
اللہ تعالےٰ آپ کے ذوق وشوق میں مزید ترقی اور ہمیں آپ کی خدمت
کا سچا جذبہ عنایت فرمائے اور ہم اسی طرح آپ کے لیے تازہ بہ تازہ نو بہ نو
کتابیں شائع کر کے آپ کی علمی تشنگی بجھاتے رہیں اور آپ کا یہی تقاضا رہے کہ

(ع) ساقی قدحِ دِگر خدارا

والسلام

(ابوالعطاء) حافظ نعمت علی چشتی سیالوی

مالک مکتبہ فریدیہ ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کوئی کھلا کافر اگر رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا منکر ہو تو یہ چنداں تعجب خیز امر نہیں ہے۔ کہ وہ بیگانۂ محض ہے کلمۂ اسلام کے ساتھ اس کا رشتہ ہی کیا ہے کہ وہ پیغمبرِ اسلام کا احترام بجالائے گا۔

لیکن وقت کا سب سے بڑا ماتم تو یہ ہے کہ ایک گروہ جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے مسلم معاشرہ کیساتھ مذہبی اشتراک کا بھی مدعی ہے مگر دل کا غیظ اور زبان کی جسارت یہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک نامہ بر ہیں، خدا کی جناب میں ان کی حیثیت ایک پیغام رساں سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ ہماری طرح بشر ہیں بالکل ایک معمولی بشر!

ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کے تئیں یہ اندازِ فکر بہت زیادہ معیوب نہ ہو لیکن حقیقت سے قریب ہو کر سوچئے تو انسانی تخیل کی یہی وہ منحوس سرزمین ہے

جہاں سے عملی اور اعتقادی مفاسد کے بے شمار کانٹوں نے جنم لیا ہے۔

چونکہ اس وقت میرا موضوع بحث یہ مسئلہ نہیں ہے ورنہ تفصیل کیسا تھ میں اس امر پہ روشنی ڈالتا کہ اس طرح کے ذہن سے اسلامی روح کی توانائی کو کتنا شدید نقصان پہنچا ہے مجھے تو آج صرف یہ مسئلہ واضح کرنا ہے کہ ربّ العزت کی جناب میں اس کے رسُول کی قرار واقعی حیثیت کیا ہے ؟

یہ معلوم کرنا بندے کی حدود و اختیار سے باہر کی چیز ہے ، یہ تو صرف ربّ العزت ہی جانتا ہے اور وہی بتا سکتا ہے کہ اس کے دربار میں اس کے رسول کی کیا شان ہے ؟

خدا کا شکر ہے کہ اس کی زندہ و تابندہ کتاب قرآن مجید بالکل اصل حالت میں آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے اسی آئینے میں اس حقیقت کا سراغ لگایا جا سکتا ہے کہ خدا کے تئیں اس کے رسول کی حیثیت کیا ہے ؟

جو لوگ اپنے ذہن کی فرضی بنیادوں پر منصب رسالت کی حد بندی کرتے ہیں وہ ذرا انصاف نظر کیسا تھ ذیل کی آیتوں میں قرآن کا تیور ملاحظہ فرمائیں اور ان کے مواقع نزول کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ بات بات پر جس کی عظمت شان کا اس درجہ اہتمام کیا جا رہا ہے کیا محبوب کے علاوہ بھی یہ اعزاز کسی "نامہ بر" کو آج تک مل سکا ہے ؟

میں نے ذیل کے مضمون کو اس طرح ترتیب دیا ہے ۔ پہلے شان نزول ،

اس کے بعد آیت متعلقہ پھر حسبِ ضرورت اس کی مختصر تشریح۔

۱

شانِ نزول

تفسیر کی کتابوں میں منقول ہے ——— کہ زمانۂ رسالت کے آغاز میں بمصلحت ایزدی ایسا اتفاق پیش آیا کہ چند دنوں تک نزولِ وحی کا سلسلہ رُک گیا۔ کفارِ مکہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ازراہِ طعن یہ کہنا شروع کر دیا ——— وَدَّعَ مُحَمَّدًا رَبُّهٗ وَقَلَاهُ ——— محمد کے رب نے محمد کو چھوڑ دیا اور ان کی طرف سے نظر پھیر لی۔ کفار کی اس بدگوئی سے سرکار کے قلبِ مبارک کو صدمہ پہنچا اور حضور اداس رہنے لگے۔

رحمتِ یزدانی سے اپنے محبوب کی یہ اداسی دیکھی نہ گئی خاطرِ اقدس کی تشفی کے لئے فوراً ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(تفسیر خزائن العرفان - خازن - ابن جریر)

وَالضُّحٰی ۞ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۞ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۞ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۞ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۞

"قسم ہے چڑھتے دن کی۔ قسم ہے رات کی، جب پوری طرح چھا جائے۔ کہ آپ

کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا، نہ آپ کو مکروہ جانا، یقیناً آپ کی (ہر) آنے
والی گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے اور بلاشبہ آپ کا رب آپ کو
عنقریب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔"

تشریح

ان آیتوں میں خاص طور پر جو چیز قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ محبوب خاموش ہیں اور دشمن کے طعن کا جواب رب ذوالجلال دے رہا ہے۔ یگانگت و پاسداری کا یہ حقیقت افروز تعلق کیا کسی نامہ بر کے ساتھ بھی دیکھا گیا ہے۔

بعض علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ اس سورتِ پاک میں چڑھتے دن سے مراد محبوب کا عارضِ تاباں ہے اور شبِ تاریک سے اشارہ محبوب کے گیسوئے عنبریں کی طرف ہے گویا مدعائے کلام یہ ہے کہ محبوب! ذرا اپنے رخِ روشن پر زلفیں بکھیر کر دیکھئے کہ کیا ایسا پیکرِ جمیل بھی کراہت و انقطاع کے قابل ہو سکتا ہے ؎

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

ؔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے ومن الناس من فسر الضحٰی بوجہٖ صلی اللہ علیہ وسلم واللیل بشعرہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما ذکر الامام (ج ۲۹ صفحہ ۱۵۴) یعنی بعض مفسرین نے والضحٰی کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اور واللیل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفِ معطر سے کی ہے جیسا کہ اسے امام رازی نے ذکر کیا۔

شانِ نزول ——— کہتے ہیں کہ دنیائے کفر کے مشہور گستاخ ولید ابن مغیرہ نے ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ——— یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ؕ

اے وہ شخص کہ جس پر قرآن اتارا گیا ہے تو مجنوں و دیوانہ ہے۔

بس اتنا کہنا تھا کہ قہر الٰہی کا بادل کڑکا، بجلی چمکی اور غیظ و جلال میں ڈوبی ہوئی یہ آیتیں ولید ابن مغیرہ کی مذمت میں نازل ہوئیں۔

(تفسیر خزائن العرفان - ابن جریر)

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ۙ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝

"قسم ہے قلم کی اور ان کے نوشتوں کی کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لئے بے پایاں اجر و ثواب ہے اور بلاشبہ آپ کی خو بڑی شان کی ہے پس عنقریب آپ بھی ملاحظہ فرمائیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ دیوانہ کون ہے"

اب گستاخ کی مذمت میں ذرا قرآن کے یہ الفاظ گنئے اور اندازہ لگایئے کہ محبوب

کے دشمن کیساتھ قرآن کی گفت گو کا تیور کتنا غضب ناک ہوگیا ہے وہ آیتیں یہ ہیں :۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۢ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمُهُۥ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝

"اے محبوب) آپ کسی بھی ایسے شخص کی بات مت سنیئے جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل بہت بڑا طعنہ باز، بہت بڑا منتفی، بھلائی سے بہت زیادہ روکنے والا، حد سے گزرا ہوا۔ گنہگار، درشت خو، اور سب پر طرہ یہ کہ ولد الحرام ہے اور مزید براں یہ کہ مال و اولاد والا ہے جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کے قصے ہیں۔ عنقریب ہم اس کی سور جیسی تھوتھنی پر داغ دیں گے "

ایک انتہائی عبرت ناک واقعہ

منقول ہے کہ ولید ابن مغیرہ کے حق میں جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عالم

غیظ میں وہ تلملا اٹھا اور اپنی ماں سے جاکر دریافت کیا۔

ابھی ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے متعلق دس باتیں بیان فرمائی ہیں اپنی نو برائیوں کے بارے میں تو میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرے اندر موجود ہیں لیکن دسویں بات کہ میری اصل میں بھی فرق ہے اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا ویسے ہزار دشمنی کے باوجود مجھے اس یقین کا اعتراف ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اب سچ سچ بتاوے کہ حقیقت حال کیا ہے۔ ورنہ میں تیرا سر قلم کر دوں گا۔

تیور دیکھ کر اس کی ماں نے صاف صاف بتادیا کہ تیرا باپ نامرد تھا اس لئے ایک چرواہے کیساتھ میرا ناجائز تعلق ہوگیا اور اسی کے نتیجہ میں تیری پیدائش عمل میں آئی [1]

تشریح

حالتِ غیظ میں جب انسان اپنے کسی دشمن کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ نفسانی ہیجان کا ردِ عمل ہے لیکن یہاں کیا کہیئے گا؟ یہ کلام تو اس پاک و مقدس خداوند کا ہے جس کی ذات شوائب نفسانی سے بالکل پاک و منزہ ہے۔

---

[1] چنانچہ تفسیر روح البیان میں تنبیہ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو ج ۲۹ صـ ۱۱۳)

اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ ستار العیوب جو اپنے بڑے سے بڑے سیہ کار بندے کی پردہ پوشی فرماتا ہے اس نے اپنے پیغمبر کے ایک گستاخ کو سارے جہاں میں رسوا کر کے یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ جس معصوم و محترم کے گستاخ کے لئے اس کے یہاں کسی عفو و درگزر کی گنجائش نہیں ہے اس کی حیثیت نامہ بر کی نہیں ہے۔ محبوب ذی وقار کی ہے۔ یہاں بھی وہی ادائے رحمت جلوہ گر ہے کہ گستاخ نے نشانہ بنایا ہے ذات رسول کو جواب دے رہا ہے ان کا رب کریم۔ محبوب خاموش ہے قرآن اس کی وکالت فرما رہا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی بدنصیب کہہ سکتا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ایک خبر رساں کی ہے۔

شانِ نزول ——— بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ذکور میں سے آخری فرزند دلبند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا تو کفار مکہ نے طعنہ دیا کہ آپ ابتر ہو گئے یعنی اب آپکی نسل منقطع ہو گئی۔

لہ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی اور ایک یہ کہ مشرکین مکہ نے آپس میں آپ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق طعنہ زنی کی مگر جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ عاص بن وائل ہی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ نازیبا لفظ (باقی اگلے صفحہ پر)

نسبی یادگار کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

لختِ جگر کی وفات کا صدمہ ہی کیا کم تھا کہ دشمنوں کے اس طعنے سے اور بھی غم کی چوٹ ابھرائی۔ —— قلب نازک کو غیر معمولی اذیت پہنچی اور آپ اداس اور ملول رہنے لگے، چند لمحے کا اضطراب بھی دریائے رحمت کے لئے تلاطم سے کم نہیں تھا۔ خدائے کردگار نے اپنے محبوب کی تسکین و تشفی کے لئے فوراً یہ سورت نازل فرمائی:۔ ——

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝
إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

(اے محبوب) بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھیے اور قربانی کریں یقیناً آپ کا دشمن ہی ابتر ہے:

تشریح

غور فرمایئے! دنیا میں کسے اپنی اولاد کی جدائی کا صدمہ نہیں اٹھانا پڑتا۔ دشمن کے طنز سے کس کا سینہ گھائل نہیں ہوتا۔ لیکن کیا دنیا میں اس کی بھی مثال موجود ہے کہ دشمن کے طنز کا جواب دینے کے لئے خدائے کائنات نے خود کسی کی وکالت فرمائی ہو اور بھیگی ہوئی پلکوں کے

(ص۱۴ سے آگے) استعمال کیا تو اس شخص کی مذمت میں یہ سورت نازل ہوئی (ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۴۵)

آنسو خشک کرنے لئے حضرت روح الامین قرآن لیکر اُترے ہوں۔

مشیت الٰہی کا یہ منفرد اور نرالا انداز واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ جس کیساتھ یہ معاملا کیا جا رہا ہے وہ خود بھی اپنی شان میں نرالا اور منفرد ہے۔

ایک نکتہ:

اس سورت پاک میں کوثر کے لفظ سے دو معنی مراد لئے گئے ہیں "حوضِ کوثر" جو جنت میں ایک سر دو شیریں اور سفید و شفاف نہر ہے کہتے ہیں کہ یہ نہر جنت کے تمام قصور و محلات سے گزرتی ہوئی لامحدود وسعتوں میں پھیل جاتی ہے اس تفسیر پر آیت کا مدعا یہ ہوگا کہ —— اے محبوب! آپ اپنے فرزند کی وفات پر کیوں اداس و غم زدہ ہیں ہم نے تو آپ کو وہ گھر ہی عطا فرما دیا ہے اور جہاں اب ان کا مستقر ہے وہ بھی آپ ہی کی ملکیت ہے۔ جب دونوں گھر آپ ہی کے ہیں تو صرف گھر کی تبدیلی پر صدمہ کیسا؟ کل تک وہ اس گھر میں تھے آج اس گھر میں ہیں وہ آپ کے گھر سے جُدا ہی کہاں ہوئے کہ فراق کا صدمہ اُٹھائیے۔

دُوسرا نکتہ:

"کوثر" کے دوسرے معنیٰ ہیں "خیر کثیر"[1] یعنی ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا۔ خیر کثیر کے وسیع مفہوم میں قیامت تک پیدا ہونے والے اُمتِ محمدی کے وہ تمام افراد

---

[1] تفسیر روح المعانی میں ہے انه الخیر الکثیر والنعم الدنیویة والاخرویة (ج۔ ۳ ص ۲۴۵) باقی اگلے صفحہ پر)

داخل ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر کاربند رہ کر خیر و حسنات
کا ذخیرہ جمع کریں گے ۔

اس تفسیر پر آیت کا مفاد یہ ہے کہ دشمنوں کے طنز کا ہرگز آپ کوئی اثر نہ لیں جب
تک گردش لیل و نہار کا یہ سلسلہ باقی ہے ۔ روئے زمین آپ کی روحانی اولاد سے
ہمیشہ معمور رہے گی ۔ شش جہات میں آپ ہی کے نام کا ڈنکا بجے گا ۔ نسبی اولاد
اگر اپنے آباؤ اجداد کی تعریف کرے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ خون کا اثر ہے لیکن ایسے کروڑوں
افراد کی ثناخوانی جن سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ ان کے اعتراف کمال کو حقیقت ہی پر مبنی
قرار دیا جائے گا ۔ راہ چلتا ہوا کوئی اجنبی بلاوجہ کسی کا کلمہ نہیں پڑھ سکتا جب
تک کہ حقیقی عظمتوں کا ماتھے کی آنکھ سے نظارہ نہ کر لے ۔ آپ کی جلالتِ شان کا
پرچم بلند کرنے کے لئے آپ کی معنوی اولاد کیا کم ہے کہ نسبی اولاد کی فرقت کا صدمہ
اٹھائیے ——— غور فرمائیے ! ایک ہی آیت میں دونوں طرح کی
غموں کا مداوا کر دیا گیا ۔ فرزند ارجمند کی جدائی بھی اب جدائی نہیں رہی اور اس صدمہ

(صد سے آگے) یعنی کوثر خیر کثیر ہے اور دنیاوی اور آخروی نعمتیں ہیں ۔ جب آپ کو
خیر کثیر عطا ہو گئی تو آپ کو علمِ غیب ہو گیا کیونکہ قرآن میں ہے کہ لو کنت اعلم الغیب لا
استکثرت مِنَ الخیر کیونکہ رفع تالی مستلزم ہے نقیض مقدم کو کما لا یخفی علی
اولی النہیٰ ۱۲ فقیر قادری

کا ازالہ بھی ہو گیا کہ بیٹے کی وفات کے بعد بھی چراغ جلتا رہے گا اور نام کو زندہ رکھنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔

غور فرمایئے ——— محبوب کے خاطر نازک کی تشفی کے لئے اتنا بہت کافی تھا لیکن محبت کا تقاضا اتنے پر ہی تمام نہیں ہو جاتا ابھی گستاخ کو کیفر کردار تک پہنچانا باقی ہے۔ چنانچہ فرمایا جاتا ہے کہ جس گستاخ نے آپ کو بے نام ونشان ہو جانے کا طعنہ دیا ہے سن لیجئے کہ اسی کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اس کی نسل منقطع ہو جائے گی۔

یہیں سے محبت کا دستور سمجھ میں آیا کہ محبوب کی عظمت شان کا اعتراف اور ہزار اداؤں کیساتھ اس کے جلوؤں کی مدح سرائی جہاں ایک شیوۂ محبت ہے وہاں دشمن کی کھلی ہوئی مذمت اور واضح طور پر اس کی بدگوئی کی تردید بھی محبت ہی کا تقاضا ہے۔

یہاں سے ان لوگوں کی دل کی چوری پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہیں جو ایک طرف تو محبت رسول کے مدعی ہیں اور دوسری طرف رسول پاک کے گستاخوں کی مذمت کا کوئی سوال اٹھتا ہے تو ذاتی مفاد کی مصلحت فریضۂ محبت کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔

شَانِ نزول ——— بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے۔ اثنائے سفر میں کسی صحابی کا اونٹ گم ہوگیا۔ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق سرکار کی خدمت میں حاضر ہوکر فریادی ہوئے اور غیب کی خبر رکھنے والے رسول سے اپنے گم شدہ اونٹ

۱ے تفسیر معالم التنزیل وخازن میں اس سے ملتا جلتا واقعہ بھی مروی ہے حضرت سدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میرے پیش کی گئی اس کی صورت میں جو مٹی سے پیدا ہونا تھی، جس طرح کہ آدم علیہ السلام کے پیش کی گئی اور مجھے جتلا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرے ساتھ کفر کرے گا۔ تو منافقوں کو آپ کا یہ ارشاد پہنچا تو وہ ازراہِ استہزا کہنے لگے کہ محمد کہتے ہیں کہ میں اسے جانتا ہوں جو مجھ پہ یقین لائے گا۔ اور اسے بھی جو میرے ساتھ کفر کرے گا ان لوگوں میں سے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔ حالانکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور ہمارا انہیں علم نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ممبر پر جلوہ گر ہوئے اور حمد الٰہی بجا لائے پھر فرمایا مابال اقوام طعنوا فی علمی لاتسألونی عن شیئی فیما بینکم وبین الساعۃ الا انبأتکم بہ یعنی اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ تم لوگ اسے بتا تک ہونے والی جس چیز کے بارے اگے سے پر

کا پتہ دریافت کیا۔

سرکارِ عالم نے اپنے علمِ پاک کی روشنی میں ارشاد فرمایا

"تمہارا اونٹ فلاں وادی میں فلاں مقام پر کھڑا ہے"

وہ صحابی الٹے پاؤں سرکار کے بتائے ہوئے مقام پر روانہ ہوگئے۔

اب اور ہر کا قصہ سنیئے ——— لشکر میں کچھ منافقین بھی تھے۔ جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گم شدہ اونٹ کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ فلاں وادی میں فلاں مقام پر کھڑا ہے تو ازراہ طنز انہوں نے

(ص۱۹ سے آگے) بارے میں مجھ سے پوچھو گے میں بتاکر ہی رہوں گا، پس حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ بتایئے میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہم خدا کے پروردگار، اسلام کے دین، قرآن کے امام اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں، ہم سے درگزر فرمائیں اللہ آپ سے درگزر فرمائے، تو آپ نے فرمایا کہ فهل انتم منتهون لوگو! کیا تم باز آجاؤ گے، یہ کہکر منبر سے اترے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ماكان الله ليذر المومنين الخ تفسیر معالم التنزیل ہامش خازن ج ۱ صـ ۳۸۱ و خازن ج ۱ صـ ۳۸۲) اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر طعن اور انکار کرنا منافقوں کا کام ہے اور اسے تسلیم کرنا مومنوں کا۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر تسلیم و رضا کا اظہار کیا (باقی اگلے صـ پر)

آپس میں کہنا شروع کیا۔ — وَمَا یُدرِیہ بالغیب — محمد غیب کی بات کیا جانیں (یعنی معاذ اللہ انہوں نے یہ بالکل فرضی خبر دی ہے کہ اونٹ فلاں مقام پر ہے (چھپی ہوئی باتوں کا حال انہیں کیا معلوم ! یہ منافقین جب مدینہ پلٹ کر واپس آئے تو بعض صحابہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچائی کہ فلاں فلاں لوگ حضور کے علم غیب کے بارے میں اس طرح کا طنز کر رہے تھے،

سرکار نے جب انہیں بلا کر دریافت کیا تو ایک دم بدل گئے۔ کہنے لگے کہ ہماری قوم کے چند نوخیز لڑکوں نے یونہی ازراہِ مذاق آپس میں اس طرح کی باتیں کی تھیں۔ ویسے درحقیقت ہم لوگ حضور کی غیب دانی کے منکر نہیں ہیں۔ ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو عام صحابہ کا ہے۔ اپنی صفائی میں وہ بیان دے ہی رہے تھے کہ حضرت روح الامین قرآن کی یہ آیتیں لیکر اترے،، ——

قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیَاتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ ○

اصد سے آگے ایسی مومن کی شان ہے اور اعتراض کرنا منافق کی پہچان ہے
تو دانائے ماکان و مایکون ہے :: مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں (اعلحضرت رح)

"اے محبوب آپ کہدیجئے کہ کیا مذاق کرنے کے لیے اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی رہ گیا ہے ۔ باتیں نہ بناؤ ۔ ایمان قبول کرنے کے بعد تم کافر و مرتد ہو گئے "

(در منثور)

تشریح

اللہ اکبر! اپنے محبوب کی حمایت میں
ذرا ان آیتوں کا تیور تو دیکھئے ۔ تنبیہات
یہ لگاتار سرزنش لرزا دینے کے لئے کافی ہے ۔

پہلی تنبیہ ——— تو یہ فرمائی گئی کہ رسول کی شان میں کسی طرح کا اہان
آمیز جملہ فقط رسول ہی کا انکار نہیں خدا کا بھی انکار ہے آج جو لوگ توحی
خداوندی کا نام نہاد سہارا لیکر اس کے رسول کی تنقیص کرتے ہیں وہ اس گ
میں نہ رہیں کہ یہ تنقیص صرف رسول کی ہی ہے ۔ بلا تفریق یہ تنقیص شان خدا
کی بھی ہے ۔

دوسری تنبیہ ——— یہ فرمائی گئی ہے کہ رسول کے بار
میں علم غیب کا عقیدہ کوئی فرضی چیز نہیں ہے کہ اس کا مذاق اڑایا جائے ۔
اسلام و ایمان کے دوسرے حقائق کی طرح یہ بھی ایک
ایسی مثبت حقیقت ہے جس کا انکار کرتے ہی اسلام و ایما

ساتھ کوئی رشتہ باقی نہیں رہ جاتا۔

تیسری تنبیہ ——— یہ فرمائی گئی کہ رسول کی تنقیص و توہین بس یہی نہیں ہے کہ معاذ اللہ ان کی شان میں مغلظ الفاظ استعمال کئے جائیں بلکہ ان کی کسی لازمۂ نبوت فضیلت و کمال کا انکار بھی ان کی تنقیص شان کے لئے کافی ہے۔[1]

چوتھی تنبیہ ——— یہ فرمائی گئی کہ دنیا میں بڑے سے بڑے گناہ کی معذرت قبول کی جا سکتی ہے لیکن شان رسول میں گستاخی کا جملہ استعمال کرنے والوں کی کوئی تاویل نہیں سنی جائے گی[2]

---

[1] نبوت کے لئے علم غیب لازم ہے کیونکہ نبوت غیب سے مطلع ہونے کا نام ہی ہے نبی سے مطلق علم غیب کی نفی کرنا کفر ہے۔ کہ یہ نبوت کو لازم ہے۔ لازم کی نفی اور انکار ملزوم کی نفی و انکار ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان له صفة بهايدرك ماسيكون فى الغيب (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰) یعنی نبی میں ایک صفت ایسی بھی ہوتی ہے جس سے وہ غیب میں ہونے والی باتوں کو جانتا ہے۔

[2] یعنی جو لفظ صریح طور پر گستاخی ہوگا وہاں گستاخی کی کوئی تاویل نہیں سنی جائیگی کیونکہ لفظ صریح تاویل کا قابل نہیں ہوتا چنانچہ خفاجی شرح شفا میں اور انور شاہ کشمیری دیوبندی اکفار الملحدین میں لکھتے ہیں کہ التاویل فی لفظ صراح لا یقبل (باقی اگلے صفحہ پر)

پانچویں تنبیہ ــــــــــ یہ فرمائی گئی کہ کلمہ گوئی اور اسلام کی ظاہری نشانیاں توہین رسالت کے نتائج و احکام سے کسی کو بچا نہیں سکتیں۔ لاکھ کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتا رہے تنقیصِ شان رسول کے ارتکاب کے بعد اس کے لئے دائرہ اسلام میں اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تکفیر کے ذریعے اس کے اخراج کا اعلان کر دینا ضروری ہے تاکہ مسلم معاشرہ اس کے نمائشی اسلام سے دھوکا نہ کھائے اور اس کے ساتھ دینی اشتراک کا کوئی تعلق باقی نہ رکھا جائے۔

(صہ۲۱ سے آگے) شرح شفا نسیم الریاض ج ۴ صہ ۳۷۸ اکفار الملحدین صہ ۶۳ اور ضروریاتِ دین میں تاویل کرنے سے کفر سے نہیں بچ سکتا چنانچہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں والتاویل فی ضروریات الدین لایدفع الکفر (اکفار صہ۵۹) لہذا گستاخِ نبوت کو جس نے صریح گستاخی کی ہے ضرور کافر و مرتد قرار دیا جائے گا۔ اور جو اسے کافر نہ کہے گا وہ بھی کافر قرار پائے گا، اور گستاخِ نبوت کا قتل بھی واجب ہے، اسے کوئی معافی نہ دی جائیگی چنانچہ مولانا ملا علی قاری شرح شفا میں اور انور شاہ کشمیری دیوبندی اکفار الملحدین میں لکھتے ہیں۔ اجمع العلماء علیٰ ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتنقص لہ کافر ومن شك فی کفرہ وعذابہ کفر (اکفار صہ۴۱/۵۰) یعنی علما کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ کافر ہے اور جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کشمیری صاحب لکھتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ ان یعفو عن سابہ ولہ ان یقتل وقع کلا الامرین (باقی اگلے صہ پر)

شانِ نزول

بیان کرتے ہیں کہ سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ——— مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ ——— جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔
اس جملے پر یہودی مذہب کے لوگ بہت زیادہ چیں بجبیں ہوئے ان کے درمیان آپس میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ اب خدائی کا منصب لینا چاہتے

(صفحہ ۲۴ سے آگے) واما الامة فیجب علیھم قتله صـ۷ـ لاتقبل توبته صـ۱۴ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا کہ اپنے گستاخ کو معاف فرمادیں یا قتل کرادیں اور یہ دونوں باتیں واقع ہوئیں اور امت پر بہر حال گستاخِ نبوت کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں

(اکفار) (انور شاہ کشمیری)

لے اسی کی تائید انور شاہ کشمیری کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلة المواظب طول عمر علی الطاعات (اکفار الملحدین صـ۱۱ـ)
یعنی ضروریات اسلام کی مخالفت اور خلاف ورزی کرنے والے کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اگرچہ وہ قبلہ کو منہ کرکے نمازیں پڑھیں اور اگرچہ عمر بھر ہمیشہ طاعات و عبادات بجالاتا رہا ہو اس کی کوئی پروا نہ کی جائیگی

——— (فقیر قادری) ———

ہیں۔ اِن کی خواہش ہے کہ اب خدا کی طرح ان کی بھی پرستش کی جائے۔ یہودیوں کے اس طعن کے جواب میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ،

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

" جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی اطاعت سے گریز کیا تو سن لیجئے کہ اس پر آپ کا کوئی ذمہ نہیں ہے "

تشریح

اس آیت میں پروردگارِ عالم نے برملا یہودیوں کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اطاعت اور عبادت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اطاعت چاہنے والے پر یہ الزام رکھنا کہ وہ اپنی پرستش کرانا چاہتا ہے۔ کھلا ہوا بہتان اور قلب و ذہن کی واضح ترین شقاوت و گمراہی ہے یقیناً رسول کی شان یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے بلکہ وہ یہ کہنے میں بھی قطعاً حق بجانب ہے کہ جس نے اس کی اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی۔

ذرا غور فرمایئے

کہ یہودیوں کے اس ناپاک خیال کی تردید کیلئے اتنا بہت کافی تھا۔ لیکن اندازِ بیان کا یہ دوسرا رُخ کتنا لرزہ خیز ہے۔ کہ جو آپ کی اطاعت سے گریز کرتا ہے یا آپ

کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی نہیں سمجھتا تو آپ کا اس پر کوئی ذمہ نہیں ہے ہم نے آپ کو اس کے اوپر نگران بنا کر بھیجا ہی نہیں ہے۔

آج بھی مسلم معاشرہ میں یہودیوں کے اس ذہن کا ایک گروہ موجود ہے جو اپنے نمائشی اسلام کے چلمن میں بیٹھ کر حق پرست مسلمانوں کو اسی طرح کے طعنے دیتا ہے اپنی بد عقیدگی اور کج فہمی سے منصب رسالت کی ہر توقیر کو وہ خدا ہی کا حق سمجھتا ہے رسول کی جائز تعظیم بھی اسے پرستش نظر آتی ہے۔ بالکل یہودیوں کی طرح بات بات پر دہ ہمیں طعنے دیتا ہے کہ ہم معاذ اللہ رسول کو خدا کے منصب پر دیکھنا چاہتے ہیں ــــــــ ایسے لوگوں کو قرآن کی اس آیت سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے[1]

---

[1] اور اپنے روحانی پیشوا جناب علامہ ابن تیمیہ کی بات سننی چاہیئے وہ فرماتے ہیں ان جهة حرمة الله تعالیٰ ورسوله جهة واحدة فمن آذی الرسول فقد اذی الله ومن اطاعه فقد اطاع الله لان الامة لا یصلون ما بینهم وبینهم ربهم الا بواسطة الرسول لیس لاحد منهم طریق غیره ولا سبب سواه وقد اقامه الله تعالیٰ مقام نفسه فی امره ونهیه واخباره وبیانه فلا یجوز ان یفرق بین الله ورسوله فی شیئ (باقی صد پر)

شانِ نزولؐ

آغازِ اسلام میں جب کہ قدم قدم پر دشمنوں کی یلغار سے زندگی گھائل ہو رہی تھی توحید الٰہی کا اقرار قیامت کو بلا لانے کے مترادف تھا۔ قبائل کفر کے سارے فرمان رواؤں نے رسول کی آواز کی سماعت سے دنیا کو روک دیا تھا۔ انہی ایام میں

(صفحہ ۱۳ سے آگے) من ھٰذہ الامور (الصارم المسلول صہ ۱۴) یعنی خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و عزت کی جہت ایک ہی جہت ہے تو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی تو اس نے بلاشبہ اللہ تعالےٰ کو ایذا دی کیونکہ امت کسی ایسی چیز کو نہیں پا سکتی جو اس کے اور خدا کے درمیان ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے، کسی امتی کے لئے خدا تک رسائی کا حضور کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور نہ حضور کے سوا کوئی دوسرا سبب ہے اور بے شک اللہ تعالےٰ نے امر و نہی اور خبر و بیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قائم مقام بنا دیا ہے لہذا ان امور میں خدا اور رسول کے درمیان کوئی فرق کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح جو حضرات مصنوعی اور موہومی توحید کے گھمنڈ میں اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج متصور نہیں کرتے بلکہ اسے شرک اور نہ جانے کیا کیا ٹھہراتے ہیں، وہ ابن تیمیہؒ کے شاگردِ اعظم جناب علامہ ابن قیم جوزی کی سنیں وہ کیا فرماتے ہیں (باقی اگلے صہ پر)

میں ایک دن عربی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ گئے اور انہیں اچانک ٹوٹ پڑنے والے خطرہ سے خبردار کرنے والی زبان میں آواز دی۔ اس آواز پر سارے اہل مکہ بے تحاشا دوڑ پڑے آپ کے گرد جمع ہونے والوں میں ابولہب بھی تھا جب سب جمع ہو گئے تو حضور نے مجمع سے سوال کیا۔

اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی گھاٹی میں دشمن کا ایک لشکر چھپا ہوا ہے اور تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم میری اس خبر کا یقین کرو گے؟

(۲۵ سے آگے) لما کمل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مقام الافتقار الی اللہ تعالے احوج الخلائق کلھم الیہ فی الدنیا والاخرۃ اما حاجتھم الیہ فی الدنیا والاخرۃ حاجتھم الیہ فی الدنیا فاشد من حاجتھم الی الطعام والشراب والنفس الذی بہ حیاۃ ابدانکم واما حاجتکم فی الاخرۃ فانھم یستشفعون بالرسل الی اللہ حتی یریحھم من ضیق مقامھم فکلھم یتاخر عن الشفاعۃ فیشفع لھم وھو الذی یستفتح لھم باب الجنۃ الفوائد للامام ابن قیم جوزیہ صہ ۱۵۳) یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکمل طور پر خدا کے حاجت مند ہوئے تو خدا نے ساری مخلوق کو دنیا و آخرت میں حضور کا محتاج کر دیا۔ دنیا میں مخلوق کو حضور کی حاجت کھانے پینے سے بھی زیادہ ہے جس سے ان کی زندگی قائم ہے اور مخلوق کو آخرت میں حضور کی حاجت یوں ہو گی کہ سارے رسولوں سے خدا کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے کہ وہ انہیں تنگی حشر میں آسانی دے۔ سب رسول شفاعت سے رہائی دیں،

سب نے بیک زبان ہو کر کہا ضرور کیوں نہیں! اس زبان پر کیوں نہیں ہم اعتماد کریں گے جو کبھی جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوئی جس کی طہارت پہ یقین کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ محمد کی زبان ہے۔

ان سے یہ وعدہ کرا لینے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

انی لکم نذیر بین یدی عذاب شدید ۝ ——————

میں تمہیں اس سے بھی زیادہ سنگین اور تباہ کن عذاب کی خبر دے رہا ہوں جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کفر و شرک کی زندگی سے تائب ہو کر پرچم اسلام کے دارالامان میں آجاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر سن کر ابولہب کے تن بدن میں آگ لگ گئی آنکھوں سے چنگاری اڑنے لگی۔ غصے سے چہرہ تمتما اٹھا۔ فرط غیظ میں جلتے ہوئے کہا —— تبًا لک سائر الیوم الھذا جمعتنا ——

"تمہارا ناس لگ جائے تم نے یہی سنانے کے لئے ہمیں جمع کیا تھا۔"

(صلہ ۲۹ سے آگے) گریز فرمائیں گے پس حضور ہی شفاعت فرمائیں گے اور ان کے لئے جنت کا دروازہ کھلوائیں گے ؎ وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

(لہ صہ) رواہ الامام احمد والشیخان والترمذی عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۶۰

ابولہب کی بات ابھی ختم بھی نہ ہو پائی تھی کہ قہر الٰہی کی ایک بجلی چمکی ، قہر خداوندی کی دھمک سے پہاڑ کا کلیجہ دہل گیا فرطِ ہیبت سے حرم کی سرزمین کانپ اٹھی۔ اتنے میں حضرت روح الامین کے پروں کی آواز کان میں آئی۔

سرکار نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ پر سمیٹے قہر و جلال میں ڈوبی ہوئی یہ آیتیں حضور کو سنا رہے تھے۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ ۝ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝

"ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور اس کا ناس لگ جائے تو عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے) نہ اس کا مال کام آئے گا نہ اس کی کمائی ہوئی دولت وہ اس کی بیوی جو لکڑیوں کا گٹھر اٹھائے پھرتی ہے دونوں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔"

تشریح

محبوب کو اذیت پہونچانے والے ایک فقرہ پر ذرا قہرِ الٰہی کے چڑھتے ہوئے دریا کا تلاطم تو دیکھئے! ایک لمحہ میں ابولہب کی دنیا اور آخرت کا فیصلہ سنا دیا گیا۔

ابولہب اپنے وقت کا نیا مجرم نہیں ہے۔ غضب ناک تیور میں ڈوبی ہوئی آیات

کل تک کیوں نہیں اتاری گئی تھیں۔ کل بھی تو غیرتِ الٰہی کو حرکت میں لانے والے اسباب اس کے ذریعے صادر ہوئے تھے، خدائے واحد کی پرستش سے بغاوت کرکے ہاتھ سے تراشے ہوئے اصنام کو خراجِ بندگی کا مستحق قرار دیا گیا یہ کم درجے کا جرم تھا۔

لیکن قربان جایئے اس ادائے محبت کے کہ اپنے مجرم کا سوال آیا تو مہلت دیدی لیکن محبوب کے مجرم کی تعزیر کے لئے ایک لمحے کا انتظار بھی روا[1] نہیں رکھا گیا۔ پھر

---

[1] اسی لئے فقہا کرام فرماتے ہیں کہ گستاخ الوہیت کی توبہ قبول ہے اور گستاخِ نبوت کی توبہ قبول نہیں۔ یعنی سزا کی رو سے کہ اسے ہر صورت سزائے قتل دی جائے گی اگرچہ وہ توبہ کرتا پھرے۔ یہ اس کی آخرت کا معاملہ ہے خدا قبول کرے نہ کرے۔ مگر حد نافذ کی جائیگی اور وہ قتل ہے۔ درمختار میں ہے والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حداو لا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالیٰ قبلت لانہ حق اللہ تعالیٰ والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر (درمختار طبع مطبع احمدی دہلی ص ۳۶۶) یعنی جو کسی نبی کی گستاخی سے کافر و مرتد قرار پائے وہ حد کے طور پر قتل کیا جائے گا۔ اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں یعنی خواہ یہ غلطی اس کے اقرار سے معلوم ہوئی ہو یا گواہوں سے ثابت ہوئی ہو۔ اور اگر خدا کی شان میں گستاخی کی تو اس کی توبہ قبول ہے کہ یہ حقِ خدا ہے اور اول حقِ عبد ہے جو توبہ سے زائل نہ ہوگا اور جو گستاخِ خدا اور گستاخِ نبی کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے (فقیر قادری)

کہنے والے نے جو کچھ بھی کہا تھا اپنے بھتیجے کو کہا تھا۔ دنیا میں کتنے ہی چچا ہیں جو اس سے بھی زیادہ سخت جملے اپنے بھتیجوں کے حق میں استعمال کیا کرتے ہیں لیکن بھتیجے کی طرف سے جواب دینے کے لئے کون کھڑا ہوتا ہے سب تو یہی کہکر درگزر کرتے ہیں کہ یہ چچا کا حق ہے،

لیکن یہ حق اپنے محبوب کے بارے میں قرآن ہرگز تسلیم نہیں کرتا وہ نہایت سختی کیساتھ متنبہ کرتا ہے کہ منصب رسالت کا احترام خون کے رشتوں کے احترام سے کہیں بالاتر ہے۔ اس لئے کسی کو بھی اجازت نہیں ہے کہ رشتوں کی زبان میں کوئی میرے محبوب سے گفت گو کرے۔ وہ پہلے میرا محبوب ہے میرا مقتدر پیغمبر ہے کائنات میں میرا نائب السلطنت ہے، میرے جلال و جمال کا آئینہ[1] ہے اور میرے ہی فضل و کرم سے وہ میری قدرت و عظمت کا ایک بااختیار نمائندہ ہے اس کے بعد وہ کسی کا باپ ہے۔ کسی کا بیٹا ہے۔ کسی کا شوہر ہے اور کسی کا بھتیجا ہے،

میرے عطا کئے ہوئے منصب کا احترام سب کے لئے ضروری ہے

---

[1] جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اَنَا مِرْاٰۃُ جَمَالِ اللہِ کہ میں خدا کے حسن و جمال کا آئینہ ہوں۔

مصطفےٰ آئینۂ روئے خدا است ؎ منعکس در وے ہمہ خوئے خدا است

اس منصب کی بے حرمتی ایک لمحہ کے لئے بھی گوارہ نہیں کی جائیگی۔

۷

شانِ نزول

مشہور دشمن اسلام عاص ابن وائل کے متعلق منقول ہے کہ ایک دن وہ مدتوں کی گلی سڑی اور نہایت بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لئے ہوئے سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے ہڈی کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:——

"کیوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! —— تمہارا خیال ہے کہ یہ ہڈی پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کی جائیگی۔ دنیا کا کوئی دانشمند آدمی بھلا کیا ایسی مضحکہ خیز بات کہہ سکتا ہے جیسی تم کہتے ہو۔ بھلا اس سڑی گلی اور بے جان ہڈی میں کس طرح زندگی کی واپسی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ تمہارا اصرار ہے کہ ایک کھلی ہوئی ناسمجھی کی بات پر لوگ جمع ہو جائیں بھلا عقل و ہوش کی سلامتی کے ساتھ یہ بات ممکن ہو سکتی ہے؟"

ابھی وہ اپنی بات کہکر بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت روح الامین یہ آیت لیکر نازل ہوئے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ یٰسٓ

"(عقیدہ حشر کا مذاق اڑانے کے لئے) اس نے ایک مثل تراشی اپنی پیدائش (کا قصہ) بھول گیا۔ اس نے (طنز کرتے ہوئے) کہا کہ بوسیدہ ہو جانے والی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔

آپ کہہ دیجئے کہ وہ (قادر و توانا خداوند) زندہ کرے گا جس نے پہلی بار اسے زندگی بخشی تھی اور وہ اپنی تمام خلقت کو خوب جانتا ہے"

تشریح

ذرا شانِ محبوبیت کا یہ جلوہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ سوال کرنے والے نے سوال کیا رسول سے لیکن جواب دے رہا ہے خدائے کردگار معزز رسول کے سامنے سوال کا یہ انداز قطعاً غیر مہذب اور ناشائستہ ہے۔ قرآن نے بھی جواب دیتے وقت سوال کے اس رخ کو سامنے رکھا ہے۔

" اپنی پیدائش کا قصہ بھول گیا" نخوت و برتری کا غرور توڑنے کے لئے یہ جملہ نشتر سے بھی زیادہ تیز ہے۔ آج جس زندگی کی توانائیوں سے تو شرابور ہے کل جس وقت تو ایک قطرۂ بے جان تھا۔ تو کس نے تجھے زندگی کا

یہ فروغ عطا کیا تھا۔

آدمی کی خو یہ ہے کہ اپنی عجز و درماندگی کے ایام کی یاد کو وہ اپنے لئے باعثِ عار سمجھتا ہے۔ قرآن نے ایک جملے میں غرور کا سارا نشہ اتار دیا۔

شانِ نزول

کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ نامی ایک عزیز صحابی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ تقریباً ایک لاکھ صحابہ کرام میں یہ تنہا اس قابل رشک اعزاز کے حامل ہیں کہ قرآن مجید نے ان کا نام لیا ہے۔

جب یہ عہد شباب کو پہنچے تو سرکار نے حضرت زینب بنت جحش نامی ایک معزز خاتون سے ان کا عقد کر دیا۔ آگے چل کر ان دونوں کے باہمی تعلقات ناخوشگوار ہو گئے اور تلخی یہاں تک بڑھی کہ علیحدگی کی نوبت آگئی۔ حضرت زینب کی عدت طلاق پوری ہو جانے کے بعد[1] اچانک ایک د

[1] یعنی جب حضرت زینب کی عدت طلاق گزر گئی جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے
لما انقضت عدۃ زینب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزید فاذکر ہا علی (صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۴۶۰) مگر مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی اور ان کے رباق صفحہ ۳۵ پر

جبریل امین یہ حکم الٰہی لیکر اترے :۔ ———

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

زید کی حاجت براری کے بعد ہم نے آپ کا نکاح زینب سے کردیا،

اس آیت کے نزول کے بعد وہ نہایت فخر و مباہات کیساتھ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سرا میں تشریف لائیں۔ اس اعزازِ خداوندی پر وہ ہمیشہ نازاں رہیں کہ سرکار کیساتھ ان کے نکاح کا متولی خود پروردگار تھا۔ ——— اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے جہاں میں یہ اعزاز انہی کے ساتھ مخصوص تھا۔

جونہی اس نکاح کی تشہیر ہوئی دشمنوں نے طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معاذ اللہ اپنے بیٹے کی منکوحہ کیساتھ نکاح کرلیا ہے خدائے کردگار نے اپنے محبوب کی طرف سے دشمنوں

(ص۲۶ سے آگے) استاد : پیر حسین علی واں بھچراں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بہتان لگایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا عدت نکاح کرلیا" بلغۃ الحیران ص۲۲۷

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی ،

وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کہ ان کی آنکھوں پر پردہ ہے خدا نے سچ فرمایا۔ پھر صحیح مسلم کی حدیث انہیں کیسے دکھائی دیتی۔ ۱۲

(فقیر قادری)

کے طعن کا یہ جواب نازل فرمایا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

"محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں[1]، وہ اللہ کے رسول اور سلسلۂ انبیاء کے خاتم ہیں اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔"

ایمانی کیف سے لبریز ہو کر ذرا سوچیے کہ اپنے رسول کے ساتھ خدا کے تعلقات کی نوعیت کتنی محبت انگیز ہے۔ قرآن نے رسول کی منصبی اور ذاتی

---

[1] یعنی ظاہری اور نسبی طور پہ ورنہ روحانی طور پر تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کے مردان وزنان کے باپ ہیں جیسا کہ ایک قرأت میں ہے۔ وھواب لھم امی فی الدین فان کل نبی اب لا متہ بیضاوی ج ۲ ص ۳۷، کہ حضور دین میں اپنی امت کے ہر مرد و زن کے باپ ہیں کیونکہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اس لئے سب امتی آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنا جائز نہیں بلکہ حماقت ہے اگر حضور کو بھائی کہا جائے تو مرکز اخوت یعنی اب کے قرار دیا جائے گا۔ دیوبندی صاحبان بالخصوص مومنین تقویۃ الایمان اپنے باپ اسماعیل کی جہالت پہ روئیں کہ جس نے حضور اکرم کو بڑا بھائی قرار دیا اور گنگوہی صاحب کی حماقت پر سر پھوڑیں کہ جس نے ایسی کتاب کو ہر گھر میں رکھنے کا احمقانہ مشورہ دیا ہے (فقیر قادری)

حیثیت میں کوئی فرق نہیں کیا ہے غور کیجیے تو دشمنوں کا یہ اعتراض منصب رسالت
پر نہیں تھا، ذات رسول پر تھا۔ لیکن قرآن نے اپنے رسول کی وکالت میں اس
الزام کا بھی ازالہ فرما دیا۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو لوگ رسول کی دو
حیثیت متعین کرتے ہیں پیغمبرانہ اور غیر پیغمبرانہ وہ قرآن کے واقف نہیں ہیں،

قرآن نے دشمنوں کے طعن کے جواب میں یہ کہکر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ا
کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ ان کے فکری افلاس، ان کی غلط بیانی اور دروغ
گوئی کا سارا پردہ چاک کر دیا ہے،

جب وہ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں تو حضرت زید کو ان کا بیٹا قرار دینا بالکل
سفید جھوٹ ہے۔ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے پر قیاس کرنا کتنی بڑی جہالت
ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ منہ بولا بیٹا احکام و تعلقات کی سطح پر بالکل اسی
طرح اجنبی ہے جس طرح کوئی بھی بیگانہ آدمی ہو سکتا ہے، اس لئے اس کی
منکوحہ کو صلبی اولاد کی منکوحہ کی طرح حرام قرار دینا عقل و دیانت کا خون
کرنے کے مترادف ہے،

شانِ نزول ——— بیان کرتے ہیں کہ سرور دو عالم صلی
اللہ علیہ وسلم جب مجمع عام میں تقریر فرماتے تھے تو کچھ ایسے مواقع بھی پیش

آجاتے تھے کہ جہاں صحابہ کرام کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی
اس مدعا کے لئے وہ — رَاعِنَا — کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کے
معنی ہیں حضور ہماری رعایت فرمایئے۔ یعنی ہمیں کھول کر اچھی طرح سمجھا دیجئے
لیکن یہودیوں کی زبان میں اس لفظ کے معنی نہایت توہین آمیز تھے۔ انہوں نے
بھی مجمع عام میں اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا۔ فرق یہ تھا کہ مسلمان اس لفظ
کو بہتر معنیٰ میں استعمال کرتے تھے لیکن یہودی مذہب کے لوگ اس لفظ سے
نہایت خراب معنی مراد لیتے تھے۔ یہودیوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ جو دشمنی تھی اور جس طرح وہ ہمیشہ درپئے آزار رہا کرتے تھے۔ اس لفظ
کے ذریعے انہیں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔ بڑی
مشکل یہ تھی کہ یہی لفظ مسلمان بھی استعمال کرتے تھے فرق جو تھا وہ صرف دل
کی نیتوں کا تھا اور ظاہر ہے کہ دل کی نیتوں پر کوئی قدغن نہیں لگایا جا سکتا۔
لیکن قربان جایئے اس ادائے رحمت کے جو قدم قدم پر اپنے محبوب
کی عزت کی محافظ تھی۔ گستاخ دلوں کے لئے اتنی گنجائش بھی وہ گوارا نہ
کر سکی فوراً ہی آسمان سے یہ آیت نازل ہوئی۔ ——————

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا
انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

"اے ایمان والو! اب رَاعِنَا کہنا چھوڑ دو اور اس کی

جگہ اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نگاہِ کرم مبذول کیجیے) کہا کرو اور رسول کی باتیں غور سے سنو اور (آن) کافروں کے لئے جو دل میں اہانت رسول کا جذبہ چھپائے رہتے ہیں نہایت دردناک عذاب ہے۔"

تشریح

وہ شاخ ہی نہ رہے جس پہ آشیانہ ہو اہل ایمان اس لفظ کا استعمال ہی چھوڑ دیں جس میں توہین کے معنی پیدا کرنے کے لئے کسی طرح کا بھی بعید از بعید گنجائش نکلتی ہو۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ لفظ اپنے ماحول میں اس معنی کا متحمل ہے کہ نہیں توہین کے پہلو کا اتنا احتمال بھی اس لفظ پر پابندی عائد کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

محبوب کی شان میں توہین آمیز الفاظ کا استعمال تو بڑی بات ہے، یہاں تو دل کا توہین آمیز ارادہ بھی ایک لمحے کے لئے گوارا نہیں ہے۔ اگرچہ رَاعِنَا کا لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے عربی زبان کا ایک نہایت شائستہ لفظ ہے لیکن چونکہ دشمن اس لفظ کو اپنی شقاوت قلبی کی تسکین کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اس لئے اس لفظ کا استعمال ہی ترک کر دیا جائے تاکہ دشمن کو لفظ میں معنوی تصرف کا بھی آئندہ موقع نہ مل سکے۔

اب رہ گیا سوال گستاخوں کی سزا کا تو یقین لیں کہ آخرت میں درد ناک عذاب ان کا مقدر ہو چکا ہے۔ کیوں کہ یہ دُنیا دار الجزاء نہیں ہے

اس لئے یہاں نہ کسی گستاخ کی زبان پکڑی جا سکتی ہے ۔ نہ اس کا قلم تھاما جا سکتا ہے یہاں خیر و شر کی دونوں راہیں کھلی ہیں ان راہوں پر وہ جتنی دور تک جانا چاہے جا سکتا ہے ۔ انعام و سزا کا مرحلہ تو آنے والی زندگی میں پیش آئے گا ۔

ایک عبرت ناک داستان

بات آگئی ہے تو اس آیت کے ضمن میں ایک نہایت عبرت ناک داستان کا تذکرہ چھیڑنا چاہتا ہوں ۔

تقریباً نصف صدی سے زائد کا عرصہ ہوا کہ ہندوستان میں تقویۃ الایمان تحذیر الناس ، حفظ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ چند ایسی کتابیں لکھی گئیں جن کی عبارات اہانتِ رسول کے زہر سے شرابور تھیں ۔ جب وہ کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئیں تو مصنفین و ناشرین سے درخواست کی گئی کہ حبِ رسول کا تم کلمہ پڑھتے ہو ان کی معصوم روح کو اذیت نہ پہنچاؤ ۔ بارگاہِ رسالت میں توہین کر کے تم نے اپنا رشتہ حلقۂ اسلام سے توڑ لیا ہے پھر دوبارہ اسلام کی طرف آنا چاہتے ہو تو اپنی توبۂ شرعیہ کا اعلان کرو اور ان ناپاک عبارتوں کو اپنی کتابوں سے نکال دو ۔

بجائے اس کے کہ وہ دائمی ہلاکت کی منزل سے لوٹتے ان کی نخوتِ فکر

نے ان کا دامن تھام لیا۔ نفس کے شیطان نے انہیں یہ پٹی پڑھائی کہ تم اپنی تقصیر کا اعتراف ہی نہ کرو۔ تاویلوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ تمہاری عبارات سے جہاں کفر کی شراب ٹپکتی ہے وہاں اسلام کا بھی کوئی نہ کوئی پہلو تلاش کر ہی لیا جائے گا بات بڑھتے بڑھتے اس منزل تک آگئی جہاں دو ٹوک فیصلہ کے لئے کسی ثالث کی ضرورت پیش آتی ہے چنانچہ اس مقدمہ کی پوری فائل حرمین طیبین کے علماء، مشائخ، اساتذہ محدثین، مفتیانِ مذاہب اربعہ اور مستند قضاۃ کے سامنے رکھ دی گئی۔ بالآخر مدتوں

لے یاد رہے کہ علماء دیوبند کی وہ عبارتیں حسام الحرمین تصنیف لطیف مجدد اعظم اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ میں مذکور ہیں جن کی بنا پر ان گستاخوں کی تکفیر کی گئی وہ اس قدر صریح اور کھلی گستاخیاں ہیں کہ کوئی تاویل نہیں چل سکتی اور نہ ان میں اسلام کا کسی بعید سے بعید ضعیف احتمال نکل سکتا ہے۔ اس لئے وہاں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ پہلے متعدد حوالوں سے گزرا کہ صریح میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی، کیونکہ اگر صریح میں بھی تاویل چلے تو کوئی بات کفر نہ رہے۔ مثلاً زید نے کہا کہ دو خدا ہیں اور اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ میری مراد بحذف مضاف حکم خدا ہے یعنی خدا کا حکم دو قسم کا ہے۔ مبرم و معلق اور اس کی تائید میں قرآن کی آیت پیش کرے الا ان یاتی اللہ ای امر اللہ —— یا زید کہے کہ میں رسول اللہ ہوں" اس میں یہ تاویل گھڑ لی جائے کہ رسول اللہ سے میری مراد لغوی معنی ہے نہ کہ شرعی۔ یعنی میری روح کو خدا ہی نے میرے بدن میں بھیجا ہے ایسی تاویلیں ہرگز ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اسی طرح علماء دیوبند کی عبارتیں (باقی صفحہ ۴۴ پر)

کے غور و فکر اور بحث و نظر کے بعد حجاز مقدس اور عالم اسلام کے تمام مفتیانِ شریعت اور مشائخ ہدایت نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ ان کتابوں میں کھلی ہوئی اہانتِ رسول ہے۔ توبہ کے علاوہ کوئی تاویل ان کتابوں کے مصنفین کو آخرت کے دائمی عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

اب بھی موقع تھا کہ ان کتابوں کے مصنفین، ناشرین اور معتقدین اپنی ان شقاوتوں پر متنبہ ہوتے اور الٹے پاؤں اسلام کی سلامتی کی طرف لوٹ آتے لیکن بُرا ہو نفس کے شیطان کا کہ وہ بے جا تاویلوں پر اُتر آئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آتشِ صحرا کی طرح یہ چنگاری پھیلتی گئی اور اب آتش کدۂ نمرود کی طرح سارا ہند و پاک اس کے شعلوں میں جل رہا ہے۔

مدت ہوئی ان کتابوں کے مصنفین اپنا اپنا انجام دیکھنے کے لئے اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ لیکن ان کے قلم کے نشتر سے مسلمانوں کا سینہ آج تک گھائل ہے۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہ زخم کب تک مندمل ہوگا۔

(۴۳ سے آگے) گستاخی کے معنی میں صریح ہیں۔ لہذا کفر سے بچنے کا واحد طریقہ یہ تھا کہ علماء دیوبند اپنی گستاخیوں سے تائب ہوتے مگر نہ ہوئے مقدر میں کفر تھا تو توبہ کیسے کرتے۔

حقائق تک رسائی کے لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کی تمہید الایمان بآیات قرآن کا مطالعہ ضروری ہے (فقیر قادری)

آج بھی وہ دل آزار کتابیں چھپتی ہیں۔ آج بھی باطل قوتوں کی پناہ گاہوں میں بیٹھ کر دن دہاڑے محبوب کونین کی حرمتوں کا قتلِ عام کیا جاتا ہے۔ یہ دُنیا ہے یہاں سرکشی کے طوفان پر کوئی بند نہیں باندھا جا سکتا۔ یہاں فرعون والوجہل اور یزید و چنگیز جیسے باغیوں کو بھی جینے کی مہلت دی جاتی ہے۔

آج کی صحبت میں دیوبندی مسلک کے نمائندوں سے میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مذکورہ بالا کتابوں کی عبارتوں میں اگر بالفرض تم نے اسلام کا کوئی پہلو تلاش کر لیا ہے تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ لیکن اس حقیقت سے تو تم انکار نہیں کر سکتے کہ ان عبارات کا ایک رُخ اہانتِ رسول پر مشتمل ضرور ہے کیونکہ اگر ان عبارتوں میں اہانتِ رسول کا کوئی پہلو نہ ہوتا تو تاویل کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی!

پس قرآن کی ہدایت کے موجب اگر —— رَاعِنَا —— کے لفظ پر صرف اس وجہ سے پابندی عائد کی جا سکتی تھی کہ اس لفظ میں دشمنانِ رسول کے تئیں اہانت کا کوئی پہلو نکل سکتا تھا تو اسی قانون کی روشنی میں کیا اُن کتابوں پر پابندی عائد نہیں کی جا سکتی کہ جن کی عبارتوں میں اہانتِ رسول کا واضح پہلو موجود ہے۔

لیکن باور کیجیے کہ قرآن پر صحیح ایمان ہوتا۔ جب رسول کی کچھ بھی غیرت ہوتی اور خدا کی خوشنودی کا ذرا بھی پاس و لحاظ ہوتا تو ان اہانت انگیز

کتابوں کو کب کا دریائے شور میں نابود کر دیا گیا ہوتا ——

شانِ نزول

کہتے ہیں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ پاک میں ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کھیت میں پانی پٹانے پر جھگڑا ہو گیا۔ یہودی کا کھیت پہلے پڑتا تھا منافق کا کھیت اس کے بعد تھا۔ یہودی کا کہنا تھا کہ پہلے میرا کھیت سیراب ہولے گا تب تمہارے کھیت میں پانی جانے دوں گا۔ (منافق) کا اصرار تھا کہ پہلے میں اپنے کھیت کو سیراب کروں گا اس کے بعد تمہارے کھیت میں پانی جائے گا۔

جب یہ جھگڑا کسی طرح طے نہ ہو سکا تو کسی ثالث کے ذریعے فیصلہ کرانے کی بات ٹھہری۔ یہودی نے کہا کہ میں تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو اپنا ثالث مانتا ہوں ان سے اختلاف کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ حق کے سوا کسی کی بھی پاسداری نہ کریں گے —— منافق نے یہ سوچ کر کہ یہودی کے مقابلہ میں یقیناً وہ میری رعایت کریں گے۔ کیونکہ میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں یہودی کی پیش کش قبول کر لی۔

چنانچہ یہودی اور منافق دونوں اپنا مقدمہ لیکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار نے دونوں فریق کا الگ الگ بیان سنا۔ نزع کی تفصیل س

واضح کر رہی تھی کہ حق یہودی کے ساتھ ہے چنانچہ حضور نے یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔

یہودی فرحاں و شاداں وہاں سے اٹھا اور باہر آکر منافق سے کہا کہ اب تو میرے حق سے تمہیں کوئی انکار نہ ہوگا۔ منافق نے منہ لٹکائے پیشانی پر بل ڈالے جواب دیا کہ میں یہ فیصلہ تسلیم نہیں کرتا۔ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا تمہیں منظور ہو تو ہم اپنا مقدمہ حضرت عمر کے پاس لے چلیں وہ صحیح فیصلہ کریں گے یہودی نے جواب دیا تم جس سے بھی فیصلہ کراؤ رسولِ خدا کا فیصلہ اپنی جگہ پر بحال رہے گا چنانچہ دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دولت کدۂ اقبال پر حاضر ہوئے۔

منافق نے مقدمہ کی تفصیل بتاتے ہوئے اس بات کی بار بار تکرار کی کہ میں مسلمان ہوں اور یہ یہودی ہے۔ مذہبی عناد کی وجہ سے یہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ منافق کا بیان ختم ہوا تو یہودی صرف اتنا کہکر خاموش ہوگیا۔

"یہ صحیح ہے کہ میں یہودی ہوں اور یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن سن لیا جائے کہ جو مقدمہ یہ آپ کے پاس لے کر آیا ہے اس کا فیصلہ پیغمبر اسلام نے میرے حق میں کر دیا ہے۔ یہ مسلمان ہو کر کہتا ہے کہ مجھے ان کا فیصلہ تسلیم نہیں ہے، یہ اپنے نمائشی اسلام کی رشوت دیکر آپ سے رسولِ خدا کے خلاف فیصلہ کرانے آیا ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ جو فیصلہ چاہیں کر دیں۔

یہودی کا یہ بیان سُنکر فاروقِ اعظم کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ فرطِ جلال سے چہرہ تمتما اٹھا، عالمِ غیظ میں منافق سے صرف اتنا دریافت کیا کہ ——

"کیا یہودی کی بات صحیح ہے ؟"

منافق نے دبی زبان سے اعتراف کیا کہ اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

منافق پر بغاوت کا جرم ثابت ہو گیا۔ فاروقِ اعظم کی عدالت میں ایک مرتد کی سزا کے لئے اب کوئی لمحۂ انتظار باقی نہیں تھا۔ اسی عالمِ قہر و غضب میں اندر تشریف لے گئے دیوار سے لگی ہوئی ایک تلوار لٹک رہی تھی اُسے بے نیام کیا۔ قبضے پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر نکلے، فرطِ ہیبت سے منافق کی آنکھیں جھپک کر رہ گئیں۔

غیرتِ جلال میں ڈوبی ہوئی ایک آواز فضا میں گونجی:

"حاکمِ ارض و سماوات کے فیصلے کا منکر اسلام کا کھلا ہوا باغی ہے اور اس کے حق میں عمر کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے"

یہ کہتے ہوئے ایک ہی وار میں منافق کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ ایک لمحہ کے لئے لاش تڑپی اور ٹھنڈی ہو گئی۔

اس کے بعد مدینے میں ایک بھونچال سا آگیا۔ یہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ چاروں طرف سے منافقین غول در غول دوڑ پڑے۔ گلی گلی میں

یہ شور برپا ہو گیا کہ حضرت عمر نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ——— دشمنانِ اسلام کی بن آئی تھی اپنی جگہ انہوں نے یہ بھی پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ اب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کی تلواریں صرف مشرکین کا خون چاٹتی تھیں لیکن اب خود مسلمان بھی ان کے وار سے محفوظ نہیں ہیں۔

بات پہنچتے پہنچتے آخر سرکار کی بارگاہ تک پہنچی۔ مسجدِ نبوی کے صحن میں سب لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طلبی ہوئی غیرتِ حق کا تیور ابھی تک اترا نہیں تھا۔ آنکھوں میں جلالِ عشق کا خمار لئے ہوئے حاضر بارگاہ ہوئے۔

سرکار نے دریافت فرمایا:۔

"کیوں عمر! مدینے میں یہ کیسا شور ہے؟ کیا تم نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا ہے؟"

جذبات کے طلاطم سے آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ دل کا عالم زیر و زبر ہو رہا تھا۔ بزمِ جاناں میں پہنچ کر عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی تھی بیخودی کی حالت میں کھڑے ہو کر جواب دیا:۔

"عمر کی تلوار کسی مسلمان کے خون سے کبھی آلودہ نہیں ہو گی میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے آپ کے فیصلے سے انکار کر کے

اپنی جان کا رشتہ حلقۂ اسلام سے توڑ لیا تھا۔

اپنی صفائی پیش کر کے حضرت فاروق اعظم ابھی بیٹھے ہی تھے کہ فضا میں شہ پر جبریل کی آواز گونجی، اچانک عالم غیب کی طرف سرکار کی توجہ منعطف ہو گئی دم کے دم میں محفل کا رنگ بدل گیا۔ حضرت روح الامین نے خدائے ذوالجلال کی طرف سے حضرت فاروق اعظم کے مقدمے کا فیصلہ سنایا۔ وہی جواب جو فاروق اعظم نے دیا تھا۔ اس آیت قرآنی کے سانچے میں ہمیشہ کے لئے ڈھل گیا ——

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○

قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ وہ اس وقت تک مسلمان ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حَکَم نہ مان لیں اور پھر جب آپ ان کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے دلوں میں کسی طرح کی خلش نہ

لے تفسیر خازن ومعالم التنزیل میں کلبی کے طریق سے حضرت امام ابو صالح وابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے وقال جبریل ان عمر رضی اللہ عنہ فرق بین الحق والباطل فسمی الفاروق (ج ۱ صفحہ ۴۶) یعنی جبریل علیہ السلام نے سانحہ یہ بھی کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا ہے۔ اس دن سے آپ کا لقب فاروق رکھا گیا۔

محسوس کریں اور آپ کا فیصلہ کھلے دل سے تسلیم کریں۔

تشریح

یہ آیت اپنے موقع نزول کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور کو خوب اچھی طرح واضح کرتی ہے۔

۱ ——— کلمہ اور اسلام کی نمائش کسی کو بھی بغاوت کی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ مدنی تاجدار کی سرکار میں ذرا سی گستاخی بھی یک لخت اسلام کا وہ سارا استحقاق چھین لیتی ہے جو کلمہ پڑھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

۲ ——— پیدائشی طور پر جو لوگ اسلام سے بیگانہ ہیں اور جنہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو کلمہ طیبہ سے وابستہ نہیں کیا ہے ان کے وجود کو کسی نہ کسی حالت میں یقیناً برداشت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اپنے اسلام کا اعلان کر دینے کے بعد جو منکر ہو گئے یا اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے جنہوں نے نبی مرسل کی شان میں توہین آمیز رویہ اختیار کیا انہیں ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔ اسلام کی زبان میں وہ مرتد ہیں۔ ان کا حال بالکل اس دوست کی طرح ہے جو رگ جاں سے قریب ہو جانے کے بعد یک بیک دغا دے جاتے۔ کسی بیگانے کو تو گلے لگایا جا سکتا ہے لیکن ایسے دوست کے منہ پر کوئی تھوکنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔

انسان کی یہ عالمگیر فطرت ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں اس طرح کی دوچار

مثالیں ضرور مل سکتی ہیں ——— لیکن ماتم یہ ہے کہ فطرت کا یہ تقاضا انسان اپنے بارے میں تو تسلیم کرتا ہے لیکن خدا اور رسول کے معاملے میں فطرت کا یہ تقاضا فراموش کر دیتا ہے۔

یہ اسلام دعقل کی فطرت ہی تو تھی کہ جس فاروقِ اعظم نے بڑے بڑے کافرانِ دنیا کو زندگی کا حق دیا وہی فاروق اعظم آج کلمۂ اسلام سے برگشتہ ہو جانے والے مرتد کو ایک لمحہ بھی زندہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

۳ ——— اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ کفر و ارتداد کچھ توحید و رسالت یا مذہب اسلام سے کھلم کھلا انکار پر ہی منحصر نہیں ہے یہ بھی انکار ہی کے ہم معنیٰ ہے کہ خدا کو اپنا خدا، رسول کو اپنا رسول اور اسلام کو اپنا اسلام کہتے ہوئے کسی بھی رُخ سے منصب رسالت کی تنقیص کر دی جائے۔

(۱۱)

شانِ نزول

منقول ہے کہ ایک موقع پر سرکار دو عالم تبارک کی خدمت میں حضرت عمر فاروق اور دوسرے اجلۂ صحابہ موجود تھے۔ کسی معاملہ پر حضور ان سے مشورہ فرما رہے تھے۔ بات آگے بڑھی اور گفت گو کا سلسلہ دراز ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر بات کی رو میں ان بزرگوں کی آواز بلند ہوگئی۔ خدائے کردگار کو اپنے محبوب کی جناب میں یہ انداز گفت گو سخت

ناپسند ہوا ر غلاموں کے انتباہ کے لئے فوراً ہی یہ ہدایت نامہ نازل فرمایا:۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(حجرات)

اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہ ہونے دو۔ اور ان سے اس طرح چلا کر گفت نہ کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہیں تمہارے سارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہونے[۱]۔

تشریح

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ نبی کی آواز پر جن صحابہ کرام کی آواز بلند ہو رہی تھی ان کی نیاز مندی و عقیدہ مندی کی قسم کھائی جا سکتی۔ جذبات کی رو میں ایسا ہو گیا تھا ورنہ دل کی

---

[۱] حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کچھ اونچا سنتے تھے اس لئے اونچا بولتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی (باقی ۵۵ پر)

کائنات توقیر رسالت کے جذبے سے معمور تھی۔ تنقیصِ شانِ رسالت کی بات د
خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے عالم بیداری کی تو بات ہی کیا ہے۔

لیکن ــــــــــ

اپنے محبوب کی رفعت شان کے لئے ذرا مشیت الٰہی کا یہ اہتمام ملاحظہ
فرمایئے کہ اتنی بات بھی گوارا نہیں ہے کہ یہ خیال میں بھی کا کل دوزخ کے غلاموں

(اندر بیٹھے رہ گئے) جرأت نہ ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بارگاہِ اقدس میں غیر حاضر
پاکر طلب فرمایا۔ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور! میری غیر حاضری کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ سرکار کو
معلوم ہے کہ میں اونچا سنتا اور اونچا بولتا ہوں ڈرتا ہوں کہ آپ کے حضور اونچا بولنے کی سزا میں
اپنے نیک اعمال ضائع نہ کر بیٹھوں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

انک تعیش بخیر و تموت بخیر و انک من اهل الجنة

(تفسیر بیضاوی ج ۴ صفحہ ۱۵۶)

یعنی اے ثابت! ایسا نہ ہوگا، تم خیریت سے جیتے رہوگے۔ خیریت سے تمہیں موت
آئے گی اور تم جنتیوں میں سے ہو!

اسد الغابہ میں ہے کہ ثابت بن قیس زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حضرت خالد
بن ولید کی زیر قیادت ایک جنگ میں شہید ہو گئے اور کسی نے آپ کے تن بے جان سے زرہ
اتار لی۔ تو آپ خواب میں ایک مجاہد کے پاس آئے اور کہا کہ فلاں شخص میرے شہید (باقی صفحہ ۵۵ پر)

سے کوئی ایسی بات صادر ہو جائے جو جلالتِ شان کے خلاف ہو۔

وارفتگیٔ عشق کا اخلاص اپنی جگہ پر ہے دلِ نیاز مند کا حال بھی چھپا ہوا نہیں لیکن منصب کی شوکتوں کا پاس تو کرنا ہی ہوگا۔ ——— محبوب سے تخاطب کے لئے جہاں الفاظ کی نوک پلک اور تعبیر کی نزاکتوں پر نگاہ رکھنا ضروری ہے وہاں آواز کا لب ولہجہ بھی آزاد نہیں۔ محبوب کی بارگاہ کے حاضر باش ہر لمحہ یہ محسوس کریں، کہ وہ کہاں حاضر ہیں۔

فرش والوں کے لئے یہی اعزاز کیا کم ہے کہ عالم قدس کے تاجدار کی محفل میں انہیں باریاب ہونے کا موقعہ مل گیا ہے۔ مزید براں ان سے ہمکلامی کا شرف تو خاک زادوں کے حق میں معراج کی رفعتوں سے کم نہیں رہا ہے۔

(ص۵۴ سے آگے) ہو جانے کے بعد میرے تن سے میری زرہ اتار کر لے گیا ہے۔ اس کا آخری خیمہ ہے اس کے آگے گھوڑا اس نشانی والا بندھا ہوا ہے اس کے خیمے میں ایک ہانڈی ہے اس میں اس شخص نے میری زرہ چھپا رکھی ہے۔ خالد بن ولید سے کہو کہ وہ اس شخص سے زرہ لے۔ برادر خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے درخواست کریں کہ مجھ پر اس قدر فلاں شخص کا قرضہ ہے میری زرہ بیچ کر قرضہ اتار دیں اور میرے فلاں غلام کو بھی آزاد کر دیں" ——— وہ شخص حضرت خالد بن ولید کو جا کر بتاتا ہے، آپ نے جا کر دیکھا تو اس کے خیمے سے وہ زرہ اسی طرح برآمد ہوئی۔ اسے حضرت ابو بکر صدیق (باقی ص۵۶ پر)

پھر آیت بالا میں اندازِ بیان کا وہ تیور جس کی دہشت سے خون سوکھ جاتا
ہے ۔ یہ ہے کہ انسان اپنی سرشت کے لحاظ سے بے عیب و بے خطا نہیں ہے
طرح طرح کے معاصی کا وہ بار بار ارتکاب کرتا ہے ۔ لیکن رحمتِ یزدانی کا
یہ احسان عام ہے کہ کسی بھی نئے گناہ کے ارتکاب سے وہ نیکیوں کے پچھلے ذخیرے
کو برباد نہیں کرتا۔ کفر و شرک کے علاوہ بڑے سے بڑے جرم کے لئے یہی
قانون رائج ہے کہ مجرم نے کسی جرم کا ارتکاب کیا۔ نامۂ اعمال میں ایک فردِ گناہ کا
اضافہ ہو گیا۔ پچھلی نیکیاں اپنی جگہ پر ثابت و برقرار رہیں لیکن ....

یہ سوچ کر کلیجہ کانپ جاتا ہے کہ محبوبِ باری کی جناب میں ذرا سی آواز اونچی
ہو گئی تو اس کی سزا صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ نامۂ اعمال میں ایک گناہ کا اندراج کر لیا

(ص ۵۵ سے آگے) کی خدمت میں بھیجا گیا اور اس ذی کرامت واقعہ کا حال ان سے عرض کیا گیا
آپ نے ان کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا ۔ اسلام میں اس نوعیت کی یہ پہلی اور آخری وصیت
ہے ۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۲۹) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
لوگوں کے بارے میں زندگی موت خاتمے اور جنتی و دوزخی ہونے تک کی پوری خبر ہے صلی اللہ
تعالے علیہ و آلہ و بارک وسلم ۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شہید زندہ ہیں اور یہ بھی کہ وہ دنیا میں ہونے والے حالات سے
باخبر ہیں اور یہ بھی کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت عنداللہ بھی حق تھی (باقی ص ۵۷ پر)

جائے گا۔ بلکہ قرآن کہتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ پچھلی نیکیاں بھی مسخ کر دی جائیں گی اور عبادت و اطاعت کا سارا اندوختہ بھی مسخ کر دیا جائیگا اور سب سے بڑا غضب یہ کہ لٹ جانے والے کو اس کی خبر بھی نہ ہو سکے گی کہ عمر بھر کی نیکیوں کا خرمن کب لٹا اور کیسے لٹا۔ قیامت کے دن جلی ہوئی خاکستر جب سامنے آئے گی تب اچانک محسوس ہوگا کہ ہم لٹ گئے۔

ذرا نخوتِ علم و ادب کی تاریکی سے باہر نکل کر سوچئے کہ جب نبی کے حضور ذرا سی اونچی آواز کرنے سے یہ سزا ملتی ہے تو جن لوگوں نے ان کی تنقیصِ شان کو ہی اپنا شعار بنا لیا ہے ان کی بربادیوں کا کون تصور کر سکتا ہے۔

خدا اس ہلاکت خیز آزار سے اپنے محبوب کی امت کو محفوظ رکھے۔ دین و دنیا کی تباہی کے لئے شیطان کے پاس اس سے زیادہ خوف ناک اور کوئی ہتھیار نہیں کہ وہ توحیدِ الٰہی کے نام پر رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دلوں کا رُخ پھیر دیتا ہے۔ ذلت و رسوائی کے اسی مرحلے سے چونکہ وہ خود بھی گزر چکا ہے اس لئے وہ اس بھید سے واقف ہے کہ کسی کی دنیا و آخرت کس طرح آن واحد

(صفحہ ۵۶ سے آگے) اگر ناحق ہوتی اور عند اللہ حضرت علیؓ ہی خلیفۂ بلا فصل ہوتے تو یہ وصیت حضرت علیؓ کے نام ہوتی۔

(ولکن الشیعہ قوم جاھلون)

میں تباہ کی جاسکتی ہے۔

قرآن کریم کی جو آیات اوپر پیش کی گئی ہیں وہ کلام کسی انسان کا نہیں بلکہ انسانوں کے خدا کا ہے۔ ان آیات کی روشنی میں آسانی سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ جس مدنی رسول کا اعزاز خدا کے تئیں اس درجے کا ہے تو خدا کے بندوں کے تئیں کس تکریم و اعزاز کا وہ مستحق ہوگا۔

شانِ نزول

کہتے ہیں کہ عین دوپہر کے وقت بے تاب شیدائیوں کا ایک وفد مسجدِ نبوی کے دروازے پر پہنچا۔ وہ بہت دور دراز کے ایک قبیلے سے آیا ہوا تھا رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہونے کا اضطراب شوق یہاں تک کھینچ لایا تھا۔

جن اونٹوں پر وہ سوار تھے انہیں بٹھا بھی نہ پائے تھے کہ وہیں سے کھڑے کھڑے دریافت کیا۔

"نبی آخر الزمان اس وقت کہاں ملیں گے؟"

لوگوں نے جواب دیا:۔

"وہ اپنے کاشانۂ رحمت میں آرام فرمارہے ہوں گے۔"

بس اتنا سننا تھا کہ بے تابی شوق میں وہیں سے نیچے کود پڑے اور سرکار کے دولت سرائے عزت پر کھڑے ہو کر آواز دینا شروع کیا۔ ان کی آواز پر حضور کچی نیند اٹھ گئے، باہر تشریف لائے اور انہیں دولت ایمان سے فیض یاب کیا۔

ابھی اس محفل نور سے لوگ اٹھے بھی نہ تھے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام خدائے ذوالجلال کی طرف سے آیت کریمہ لیکر نازل ہوئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

"محبوب! جو لوگ کمروں کے باہر کھڑے ہو کر آپ کو آواز دے رہے ہیں ان میں زیادہ تر ایسے ہیں جو (منصب نبوت کے اداب سے) نابلد[1] ہیں۔ اگر وہ صبر کیا ہوتا آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تو یہ ان کے حق میں کہیں

---

[1] ان کو بے عقل اس لئے فرمایا کہ انہوں نے منصب نبوت کے شایانِ شان حسنِ ادب کا مظاہرہ نہ کیا کہ عقل حسن ادب کی مقتضی ہے۔ جیسا کہ بیضاوی میں ہے:۔ اذ العقل یقتضی حسن الادب (تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۱۵۷) قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے ادب بے عقل ہوتا ہے۔ لہذا علماء دیوبند ربانی ص پر)

بہتر ہوتا اور (چونکہ اس نادانی کا ارتکاب جذبۂ شوق کی وارفتگی میں ان سے ہوا ہے) اللہ بخشنے والا مہربان ہے (اپنی رحمتوں سے وہ انہیں معاف کرے گا۔ (حجرات)

تشریح

رشتۂ محبت کی ذرا نزاکت ملاحظہ فرمایئے نبی کا منصبی فرض ہے کہ لوگوں کو وہ خدائے واحد کا پرستار بنائے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ گلۂ توحید کا اشتیاق لے کر پیغمبر کی چوکھٹ تک آئے ان کی بے قراری قطعاً ایک ایسے فرض کے لئے ہے کہ جس کا تعلق منصب نبوت سے بھی ہے، اس کے لئے آج وہ خود آواز دے رہے ہیں۔ آواز کے پیچھے مقصد کی ہم آہنگی سے کون انکار کر سکتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود خدائے کردگار کے تئیں، منصب نبوت کے خواب ناز سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتا۔ دونوں جہاں کا چین جس کی راحت جاں سے وابستہ ہے، اس کے آرام میں خلل ڈالنے کے معنی سوا اس کے اور کیا

(ص ۵۹ سے آگے اسنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اور شیعوں نے صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی کا مظاہرہ کر کے اپنی بے عقلی پر مہر ثبت کر دی ہے۔ لہذا دیوبندیوں اور شیعوں کو اپنا پیشوا ماننے والا بھی بڑا ہی بے عقل انسان ہے الفقیر قادری رضوی)

ہیں کہ پوری کائنات کی آسائش کو چھیڑ دیا جائے۔

پھر وارفتگیٔ شوق کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ آدابِ عشق کی اُن حدود سے کوئی تجاوز کر جائے جہاں تنقیصِ شان کا شبہ ہونے لگے .....

عرب کا ذرہ نواز تمہیں اپنے پہلو میں بٹھا لیتا ہے تو اس احسانِ بے پایاں کا شکر ادا کرو کہ ایک پیکرِ نور سے خاک زادوں کا رشتہ ہی کیا؟ اور ایک لمحے کے لئے بھی اسے نہ بھولو کہ وہ رُوئے زمین کا پیغمبر ہی نہیں ہے خدائے ذوالجلال کا محبوب بھی ہے۔

ان کی بارگاہ کے حاضر باش شیوۂ ادب سیکھیں،

پیکرِ بشری سے دھوکا نہ کھائیں۔ اپنے وقت کا سب سے بڑا زاہد اسی تقصیر پر عالمِ قدس سے نکالا گیا تھا۔ —— فرزندانِ آدم کو غفلت سے چونکانے کے لئے تعزیراتِ الٰہی کی یہ پہلی مثال کافی ہوگی؟ —— محبوب کے دامن سے مربوط ہوئے بغیر خدا کے ساتھ سجدۂ بندگی کا بھی کوئی رشتہ قابلِ اعتنا نہیں ہو سکتا۔ ——

ختم شدہ

محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آسمانی صحائف میں

از فاضل توریت و انجیل حضرت مولانا سید شاہ محمد قائم صاحب قتیل داناپوری

فخرِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد قائم صاحب قتیل داناپوری علوم شرق و غرب کے بہترین فاضل ہیں توریت و انجیل زبور اور دیگر صحائف آسمانی پر آپ کی نظر نہایت گہری اور مطالعہ بہت وسیع ہے آپ نے اپنے اس محققانہ مضمون میں سرکار خاتم پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت شانِ سیادت عقیدہ خاتمیت، حیات النبی، معراج، ہجرت، مقامِ ولادت، سالِ ظہور، قرآن، نور، علم غیب، فتح مکہ وغیرہ یہ سارے اہم مسائل نہایت صراحت سے کتب آسمانی سے ثابت کئے ہیں۔ یہ علمی مقالہ نہایت گہری توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔

وہ آسمانی رابطہ جس کے ذریعے ہم یقینی طور پر خدائے کائنات کی مرضی اور اس کے احکام و ہدایات معلوم کرتے ہیں اسے شریعت کی اصطلاح

میں رسالت و نبوت کہا جاتا ہے۔ اور ان مقربین کو جو اس منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ ہم نبی و رسول کہتے ہیں اور ان بیانات و احکام کو جو ان کے واسطے سے ملتا ہے۔ کتاب و شریعت کہتے ہیں۔ ایسے مقربین کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بتلائی جاتی ہے۔ آسمانی کتابیں اور صحیفے اب بھی پچاس ساٹھ کے قریب موجود ہیں۔ جن میں چار کتابیں قرآن عظیم انجیل شریف، زبور پاک و توریت مقدس کتاب کہلاتی ہیں۔ باقی صحیفے، ان مقربین میں سب سے پہلے بھی اور سب سے پیچھے بھی تاجدارِ مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہاں البتہ ظہور میں سب سے پہلے حضرت آدم اور سب سے پیچھے محمد عربی ہیں۔ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

آسمانی بشارتیں

ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تلاوت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارے انبیاء تا سیدنا مسیح علیہ السلام لوکل پروفٹس (مقامی انبیاء) تھے جن کا رقبہ نبوت و رسالت محدود، امت محدود، شریعت محدود، تبلیغ محدود زمانہ محدود مگر صرف ایک نبی یعنی سب سے آخری نبی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سنٹرل و یونیورسل نبی و رسول ہیں۔ یعنی حضور کی نبوت و رسالت پوری کائنات کو محیط ہے۔ (للعٰلمین نذیرا) اس لیئے سارے انبیائے ماقبل اپنی اپنی امت کو آپ کی تشریف آوری، آپ کے مدارج، مناقب، محامد

کمالات ، مقامات وغیرہ سے مطلع کرتے رہے اور خود اپنی حیثیت ، اپنے
مقام ، اپنے دین ، اپنی شریعت وغیرہ سے بھی اطلاع دیتے اور منادی
کرتے آئے ۔ چنانچہ سب سے پچھلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو
ہمارے نبی کریم حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تشریف لائے
وہ سارے انبیاء کی نمائندگی فرماتے ہوئے بصیغہ جمع یوں ارشاد فرماتے ہیں
انجیل شریف :۔ "ہم لوگوں کا علم ناقص ہے اور ہم لوگوں کی
نبوت ناتمام لیکن جب کامل کام آ جائے گا تو ناقص جاتا رہے گا" ۔ کرنتھین : ۱۳
انجیل کی اس مقدس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تک نہ کتاب
مکمل ہوئی تھی نہ شریعت ، نہ دین مکمل تھا نہ نبوت مگر خبر دی جا رہی ہے کہ میرے (مسیح
بعد ایک نبی آئے گا جو کامل ہو گا ۔ اور جب وہ آ جائے گا تو کتاب دین ، شریعت
نبوت ، رسالت پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی اور سارے ادیانِ سالف
منسوخ اور ساری آسمانی کتابیں مرفوع ہو جائیں گی ۔ چنانچہ جب وہ کامل
و اکمل تشریف لایا تو آسمانی ندا یوں آئی " الیوم اکملت لکم دینکم
اتممت علیکم نعمتی ۔"

آسمانی کتابیں دو عہد پر منقسم ہیں (۱) کتب عہد عتیق و (۲) کتب عہد جدید
چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری دونوں عہد
کتابوں میں بکثرت موجود ہیں ، اجمال و تفصیل دونوں کے ساتھ ، اور بعض

پر اشتباہ کے طور پر بھی حضور کی بشارت دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

توریت مقدس: "اے بنی اسرائیل کے گھرانے دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا۔ خداوند فرماتا ہے وہ زبردست قوم ہے وہ قدیم قوم ہے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا۔ ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں، وہ بہت بہادر ہیں الخ" یرمیاہ: ۵۔۵ و ۱۶

اس آیت میں عربوں کی طرف کھلا اشارہ ہے جن کی شجاعت و بہادری جس کی قدامت ظاہر ہے۔ جن کی قوت و طاقت کا لوہا دنیا نے مان لیا ہے جن کی زبان سے یورپ و امریکہ آج بھی ناواقف ہیں۔ اب چند اور بشارتیں کتب عہد عتیق سے ملاحظہ ہوں۔ آیت ذیل میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرماتا ہے۔

توریت مقدس: (۱) "میں ان کے (بنی اسرائیل) کے لیے ان ہی کے بھائیوں کے (بنو اسمٰعیل) میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرے نام سے کہے گا نہ سنے تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔" استثنا: ۱۸۔۱۷ تا ۱۹

انجیل شریف: (۲) اسی آیت کو انجیل شریف نے بھی بنی اسرائیل

کو مخاطب کرتے ہوئے دہرایا ہے۔ دہراندا۔

"چنانچہ موسیٰ نے حق فرمایا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ پر ایک نبی پیدا کریگا۔ جو کچھ وہ کہے اس کی سننا اُدریہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست ونابود کر دیا جائے گا بلکہ سیموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کیں۔ سبھوں نے اس کی خبریں دیں۔" اعمال: ۳ — ۲۲ تا ۲۴

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ایک نبی آئے گا جو نبی کل دنیٔ عالمی ہوگا مگر وہ بنی اسرائیل سے نہ ہوگا۔ بلکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے ہوگا اس پر ایمان لانا فرض ہوگا۔ جو اس پر ایمان نہ لائے گا وہ جہنم واصل ہوگا نبی خود سے نہ بولے گا بلکہ وحی الٰہی اس کی زبان پر ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر بولے گا۔ (ما ینطق عن الھویٰ الخ) اور سیموئیل سے لے کر آج تک جتنے نبی آئے ان سب نے اس نبی کی بشارت دی، چنانچہ چند اور محض چند بشارتیں اور ملاحظہ ہوں:-

(۱) **توریت**:- خداوند سینا سے آیا، سعیر سے ان پر آشکار ہوا، وہ کوہِ فاراں سے جلوہ گر ہوا۔ استثنا، ۳۳ - ۲

اس آیت شریف سے صاف ظاہر ہے کہ آفتاب رسالت محمدی صلعم

جبلِ فاراں سے طلوع ہو کر پوری کائنات کو اپنے جلووں سے منور کر دے گا۔

(۲) یسعیاہ: اس نے سوار دیکھے جو دو دو آتے تھے پہلے گھوڑوں، دوسرے گدھوں، تیسرے اونٹوں پر۔ یسعیاہ: ۲۱ - ۷

اس آیت شریف سے بھی ظاہر ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب سے ظاہر ہوں گے اور اونٹ سواری میں ہو گا اس لیے کہ اونٹ عرب کی سواری ہے۔ اور اونٹوں کو عرب سے ایک خاص نسبت ہے۔

(۳) ذکریا: "دیکھ خداوند کا دن آتا ہے۔ جب تیرا مال لوٹ کر تیرے اندر بانٹا جائے گا۔" ذکریا: ۱۴ - ۱

حضرت سیدنا ذکریا و یحییٰ ابن ذکریا و حضرت مسیح علیہم السلام یہ تینوں ایک ہی گھر کے اور ایک ہی وقت میں تھے اس لیے آیت بالا صریحا حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ آپ آنحضرات کے بعد تشریف لائے اور میدانِ جہاد سامنے آ گیا۔

(۴) حزقی ایل: "میں اسے (بیت المقدس) الٹ دوں گا۔ الٹ دوں گا۔ الٹ دوں گا۔ الٹ دوں گا، پر یوں بھی نہ رہے گا اور وہ آئے گا۔ جس کا یہ حق ہے۔ اور یہ میں اسے دے دوں گا۔" حزقی ایل: ۲۱ - ۷،۴

(۵) حبقوق: "خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاراں سے (سلاہ) اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور اہیں زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی۔" حبقوق: ۳ - ۳

(۶) حجی : "رب الافواج فرماتا ہے۔ میں ساری قوموں کو ہلا دوں گا۔ اور
ساری قوموں کا محبوب آجائے گا۔ اور میں اس گھر کو جلال سے معمور کر دوں گا"
حجی ۲۔ ۷

(۷) ملاکی : "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ
درست کرے گا۔ اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود
ہوگا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم منتظر ہو آئے گا الخ" ملاکی : ۳ - ۱
اس آیت شریف میں عہد کے رسول سے حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم
مراد ہیں۔ جن کی اطاعت کا سارے انبیاء عہد و اقرار کر چکے ہیں۔ اور حلف وفاداری
اٹھا چکے ہیں۔ (واذا اخذ اللہ میثاق النبیین الخ)
(۹) صفنیاہ : "تم خداوند کے حضور خاموش رہو کیونکہ خداوند کا دن
نزدیک ہے" صفنیاہ : ۱ - ۷

سیدنا مسیح علیہ السلام کی بشارت

اسی طرح اگر بشارتوں کی
طرف اشارہ کرتا چلا جاؤں
تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ اب رہیں کتب عہد جدید کی بشارتیں، اس کی
ذکوئی حد ہی نہیں ہے۔ انشاء اللہ انہیں موقع بہ موقع پیش کروں گا۔
سردست اس جگہ کتب عہد جدید سے چند بشارتیں پیش کرتا ہوں خود حضرت
سیدنا مسیح علیہ السلام نے مختلف موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) "یسوع نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھر نے جلال کے ساتھ رونق افروز ہوں گے۔ حضور کے سالِ ولادت کی خبر صحیفہ حضرت دانیال علیہ السلام میں موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک بار حضرت دانیال علیہ السلام عالمِ واقعہ میں بطورِ مکاشفہ بیت المقدس کی تباہی و بربادی، قتل و قتال دیکھ رہے تھے۔ جو بادشاہ طرطوس اور اس کے باپ کے ہاتھ سے ۸۰ء میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ حضرت دانیال علیہ السلام کو اس مقدس شہر کے حال پر نہایت قلق و صدمہ ہوا۔ مختصراً صحیفہ دانیال میں اس طرح ہے۔

دانیال: "ہاں میں (دانیال) دعا میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ وہی شخص جبرئیل نے مجھے چھوا اور کہا..... تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لیے ستر ہفتے مقرر کیے گئے کہ خطاکاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے، ابدی راست بازی قائم ہو، رویا اور نبوت پر مہر ہو....."

دانیال: ۹۔ ۲۱ تا ۲۴

ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ دانیال علیہ السلام اپنے شہر کی تباہی و ہلاکت مکاشفے میں دیکھ کر رو دیئے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے معرفت انہیں خبر دی کہ آج سے ستر ہفتے کے بعد فاتح بیت المقدس پیدا ہو گا۔ جہاں کی بداعمالیوں اور خرابیوں کو دور کرے گا۔ راست بازی قائم کرے گا۔ اور اسی پر وحی الٰہی اور نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ واضح ہو کہ توریت و انجیل کے

ہفتے سات سال کے ہوتے ہیں۔ اس لیے ستر ہفتے کے معنی ۴۹۰ سال ہوئے او
۸۰ء کا یہ واقعہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۸۰ + ۴۹۰ یعنی ۵۷۰ء ہو
اور یہی حضور کی ولادت شریف کا سال ہے۔ اور حضور ہی پر وحی الہٰی کا سلسلہ بھ
تمام ہوگیا۔ اور نبوت بھی ختم ہوگئی۔

حضور کی سیادت کا اعتراف

چونکہ سارے انبیاء علیہم السلام
نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی
تشریف آوری کی خبریں دی تھیں۔ اور چونکہ خود مسیح علیہ السلام کے بعد کفر و شرک
عام ہوگیا تھا۔ حتیٰ کہ بیت المقدس میں تین بت اور بیت اللہ شریف میں تین
سو ساٹھ بت رکھے گئے۔ چاند سورج، پانی، پتھر، آگ، درخت، جانور وغیر
پوجے جانے لگے۔ اس لیے لوگ بہت بے چینی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسل
کا انتظار کر رہے تھے۔ اور اس وقت کے انبیاء بڑے شد و مد سے حضور ک
خبر دینے لگے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ فرماتے ہیں۔

انجیل شریف:۔ "میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور
ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں"۔ مرقس: ۱۔

انجیل شریف:۔ "جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے دل میں یوحنا (یحییٰ) کی
بات سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سے جواب میں کہا ...
جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں

لوقا : ۳ - ۱۵، ۱۶

خود حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مرید و مرشد حضرت مسیح علیہ السلام جنہوں نے یحییٰ علیہ السلام سے بپتسمہ لیا تھا یوں اس نبی کی خبر دیتے ہیں۔

انجیل شریف :- "اس کے بعد مَیں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار (شہزادۂ عالم) آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" یوحنا: ۱۴-۳۰۔

مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ ایک انگریزی محاورے کا لفظی ترجمہ ہے جس کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے۔ "مَیں اس کے پاسنگ کے قابل نہیں، آسمانی کتابوں نے بھی حضور کو "سید الانبیا" لکھا ہے۔ آیت ملاحظہ ہو۔ بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اَور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" متی: ۵-۲۴

(۲) "ان بارہ حواریوں کو یسوع نے بلا بھیجا اَور انہیں حکم دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اَور سامریوں کے کسی ملک میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اَور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی۔" متی: ۱۰ - ۵ تا ۷

(۳) "اس وقت یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ توبہ کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی۔" متی ۴ - ۱۷

(۴) "پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آ کر خدا کی خوشخبری کی منادی کی اَور کہا کہ وقت پورا ہو گیا اَور خدا کی بادشاہت نزدیک

آگئی توبہ کرو اور خوشخبری کو مانو۔" مرقس: ۱ - ۱۵

خود حضرت مسیح کے پیر و مرشد حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اعلان ملاحظہ ہو۔

(۵) ان دنوں میں یوحنا بتپسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیاباں میں منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو آسمان کی بادشاہت بہت نزدیک آگئی ہے۔" متی: ۳ - ۱

خود حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام نے چلتے چلتے فرمایا۔

(۶) "اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیوں کہ اب جہاں کا سردار (شاہزادہ عالم) آتا ہے۔" یوحنا: ۱۴ - ۳۰

مکہ معظمہ کی نشاندہی

یہ تمام آیتیں جو مذکور ہوئیں اس میں حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بار بار خبر دی گئی کہ لوکل پروفٹشپ ختم ہوتی ہے اور عالمگیر نبوت آرہی ہے۔ یعنی اب وہ نبی آتا ہے جو عالمین پر فرمانروائی فرمائے گا اور ان کی سلطنت حکومت، نبوت و رسالت سے عالمیں کا نہ کوئی ذرہ نہ کوئی قطرہ باہر ہوگا اور اس کے ظہور کا مقام فاراں ہے۔ یعنی مکہ معظمہ پس وہ نبی آخرالزماں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالسلطنت مکہ معظمہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد حضرت اسمٰعیل اسی مکہ معظمہ کے ریگستان میں اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے تھے۔ جن کے بیٹے قیدار اور پرپوتے بہت تھے اور یہ اجداد حضور میں ہیں۔ جیسا کہ خود توریت شریف میں ارشاد ہے۔

"خدا اس لڑکے (اسمٰعیل) کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا۔ اور فاران کے بیابان میں رہتا تھا۔ اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لیئے بیوی لی۔" پیدائش: ۲۱ - ۲۰، ۲۱

واضح ہو کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ مصر کی رہنے والی اور بادشاہ مصر رقیبوں کی بیٹی تھی۔ ان تمام آیتوں سے مقام کا پتہ صاف مل گیا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور فاران یعنی مکہ معظمہ سے ہو گا۔

آسمانی کتابوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بھی موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفے غزل الغزلات میں حضور کا نام نامی محمدیم ہے۔ عبرانی زبان میں "یم" اظہار و تعظیم و احترام کے لیئے لگائے ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ کو عبرانی زبان میں "الوہیم" اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو "محمدیم" کہتے ہیں، کہا کہ عصبیت کا برا ہو پادری صاحبان نے "محمدیم" کا ترجمہ کہیں عشق انگیز، کہیں تشفی بخش لکھا ہے۔ ان کے تعصب نے اسم معرفہ کا بھی ترجمہ کر دیا۔ عبارت غزل الغزلات ملاحظہ ہو۔

غزل الغزلات:۔ میرا محبوب سرخ و سفید وہ دس ہزار میں ممتاز ہے اس کا سر خالص سونا ہے..... خوبی میں

رشک سرو ہے، اس کا منہ از بس شیریں ہے۔ دہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ یروشلم کی بیٹیو؟ غزل الغزلات: ۵ - ۱۰ تا ۱۶

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف انجیل میں اَحمد ہے . مگر اس کا بھی ترجمہ ہو گیا ۔

جائے وَلادت کا تعیّن

جائے ولادت کا تعین بھی آسمانی کتب میں موجود ہے . چونکہ حضرت آدم تا مسیح علیہم السلام کوئی بنی مکہ معظمہ میں پیدا ہی نہیں ہوا ۔ اس کے لیئے مکہ معظمہ کو آسمانی کتابوں نے بانجھ کہہ کے مخاطب کیا ہے ۔ مگر چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یہیں لا کر چھوڑی گئی تھیں ۔ اور آپ ہی کی نسل میں حضرت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہونا تھا ۔ اس لیئے آسمانی کتابیں مکہ معظمہ کو مبارکبادیں پیش کر رہی ہیں ۔

یسعیاہ :- اَے بانجھ تو جو بے اولاد تھی نغمہ سرائی کر . تو جس نے ولادت کا دَرد برداشت نہیں کیا . خوشی سے گا اور زور سے چلا کیوں کہ خداوند فرماتا ہے کہ بے کسی چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہے ، اپنی خیمہ گاہ کو وسیع کر دے ، ہاں اُپنے مسکینوں کے پردے پھیلا ، دَریغ نہ کر ، اپنی ڈوریاں لمبی اور اپنی میخیں مضبوط کر اس لیئے کہ تو داہنے اور بائیں بڑھے گی اور تیری نسل قوموں کی وارث ہو گی . الخ یسعیاہ : ۵۴ . ۱ تا ۴

اس مبارک باد کو تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے ساتھ

ملا کر پڑھے تو معنی اور بھی زیادہ واضح ہو جائیں گے۔ ناظرین یقینی آگاہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت دعا فرمائی تھی جو قرآنِ عظیم میں بھی مذکور ہے۔ اور توریت میں بھی، اس دعا کی قبولیت کی بشارت توریت میں یوں دی گئی ہے:۔

توریت :۔ "میں نے تیری دعا اسماعیل کے حق میں قبول کی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے بہرہ مند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ شہزادے پیدا ہوں گے۔ اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا الخ۔"

پیدائش : ۱۷ - ۲۰

آیاتِ بالا کی مبارک باد میں بیکس چھوڑی ہوئی سے حضرت ہاجرہ مراد ہیں اور شوہر والی سے حضرت سارہ، خیمہ گاہ وسیع کر، مسکنوں کے پردے پھیلا، ڈوریاں لمبی، میخیں مضبوط کر داہنے اور بائیں بڑھے گی۔ ان تمام باتوں کا مفہوم یہی ہے کہ لوکل پر ودنٹسپ لیٹ یعنی علاقائی نبوت ختم ہوگی۔ اور آسمانی بادشاہت کا فرمانروا آ رہا ہے۔ جو پوری کائنات پر مسلط ہوگا۔ (للعلمین نذیرا) اب ذرا دوسری مبارک باد ملاحظہ ہو۔

یسعیاہ :۔ "بیاباں اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلعے کے بسنے والے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں الخ۔" یسعیاہ : ۴۲ - ۱۱

قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے صاحبزادے کا نام ہے۔ جو اپنے والد ماجد کے ساتھ فاراں یعنی مکہ میں رہتے تھے۔ توریت نے یہ بھی بشارت دی ہے کہ قیدار اور قیدار کے پوتے بنت کی اولادیں حضرت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر مقدم کریں گی اور ایمان لائیں گی۔ آیت ملاحظہ ہو۔

توریت :۔ " قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ بنایوت (بنت) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ یسعیاہ : ۶۰ - ۷

انجیل شریف :۔ " اور جب سردار گلہ بان ظاہر ہوگا تو تم کو جلال کا ایک سہرا ملے گا۔ جو مرجھائے گا نہیں۔" ۱ - پطرس - ۴

توریت اور انجیل میں بھیڑیں سے مراد امت ہے۔ اور گلہ بان سے انبیاء سردار گلہ بان یعنی سید الانبیاء۔

نور کا ذکر

قرآن عظیم و احادیث نبوی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم "نور" مذکور ہیں۔ اگلی آسمانی کتابوں میں بھی حضور نور ہی نور ہیں۔ آیت ملاحظہ ہو۔

انجیل شریف :۔ " ایک آدمی یوحنا (حضرت یحییٰ) نام آموجود ہوا۔ جو خداوند کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ یہ گواہی کے لئے آیا تھا۔ کہ نور کی گواہی دے تاکہ سب اس کے وسیلے سے ایمان لاویں (یہ یحییٰ) خود تو نور نہ تھا۔ مگر نور کی گواہی دینے کو آیا تھا۔ حقیقی نور جو ہر آدمی کو روشن کرتا ہے دنیا میں آنے کو تھا۔"

یوحنا: ۱ ـ ۶ تا ۹

یوحنا یعنی حضرت یحییٰ نبی ہیں۔ مگر انجیل کہتی ہے کہ وہ خود نور نہیں ہیں۔ بلکہ آنے والے نور کی جو حقیقی نور ہے۔ گواہی دینے کو آئے تھے۔ (انا من نوراللہ)

زبور مقدس :۔ " اپنے نور اور اپنی سچائی کو بھیج وہی میری رہبری کریں"۔

زبور: ۴۳ ـ ۳

زبورِ مقدس :۔ " کیونکہ زندگی کا سرچشمہ تیرے پاس ہے۔ تیرے نور کی بدولت ہم روشنی دیکھیں گے۔" زبور: ۳۶ ـ ۹

توریت شریف :۔ " وہ کوہِ فاراں سے جلوہ گر ہوا۔"

استثنا : ۳۳ ـ ۱

انگریزی انجیل میں " شائنڈ " ہے یعنی چمکا اور یہ صرف نور ہی کے لئے کہہ سکتے ہیں۔ آسمانی کتابوں میں بھی حضور سارے عالم کے لئے نبی مذکور ہیں آیت ملاحظہ ہو۔

انجیل شریف :۔ " اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔" یوحنا: ۱۴ ـ ۳۰

انجیل شریف " جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا۔ کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا۔ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔"

اعمال : ۳ ـ ۲۳ ، ۲۴

توریت مقدس :۔ "میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔"

استثنا: ۱۸ - ۱۸

زبور شریف :۔ "وہ آرہا ہے۔ وہ زمین کی عدالت کرنے کو آرہا ہے۔ وہ صداقت سے جہاں کی اور اپنی سچائی سے قوموں کی عدالت کریگا۔"

زبور: ۹۲ - ۱۳

زبور شریف :۔ "اس کی بجلیوں نے جہاں کو روشن کر دیا، زمین نے دیکھا اور کانپ گئی۔" زبور: ۹۷ - ۴

علم غیب کا ذکر

آسمانی کتابوں سے حضور کا علم غیب بھی ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

انجیل شریف :۔ "جب وہ سچائی کی روح آئے گا..... تو وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" یوحنا: ۱۶ - ۳

قرآن عظیم بھی فرماتا ہے۔ "مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ"

مثل قرآن عظیم کے انجیل مقدس کا بھی یہی ارشاد ہے۔ کہ میرے حضور عرشی ہیں فرشی نہیں۔ (قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ الخ)

انجیل شریف :۔ "یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ساری چیزیں اس

کے وسیلے سے پیدا ہوئیں۔ جو کچھ پیدا ہوئی ہیں اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اس میں زندگی تھی۔ اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھا۔"

یوحنا : ۲ - ۴

حیات النبی کا ذکر

آسمانی کتابوں میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑے شاندار الفاظ میں مذکور ہے۔ آیت ملاحظہ ہو۔

انجیل مقدس :۔ " اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا۔ تو وہ دوسرا مددگار (نبی) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" یوحنا : ۱۴ - ۱۵، ۱۶

آسمانی کتابوں میں معراج شریف کا بھی ذکر ہے۔

انجیل شریف :۔ " وہ بیٹا جنی یعنی وہ لڑکا جو لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت کرے گا۔ اور اس کا بچہ یکایک خدا اور اس کے تخت کے سامنے پہونچا دیا گیا۔" مکاشفہ : ۱۲ - ۵ (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ)

ہجرت کا ذکر

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کا ذکر بھی آسمانی کتابوں میں درج ہے۔ آیتیں ملاحظہ ہوں :

زبور مقدس :۔ " صادق خوشی منائیں۔ وہ خدا کے نزدیک شادماں ہوں، دیکھ وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں ... صحرا کے سوار کے لئے شاہراہ تیار کرو، بس

کا پہاڑ اونچا پہاڑ ہے ۔ اَے اونچے پہاڑو تم اس پہاڑ کو کیوں تاکتے ہو ۔ جسے خدا نے اپنی سکونت کے لئے پسند کیا ہے ، بلکہ خداوند اس میں اَبد تک رہیگا ۔"

زبور : ۶۸ - ۳ تا ۱۶

بسن مدینہ طیبہ کا ایک پہاڑ ہے جسے باشان بھی کہتے ہیں ۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کوئی صادق اس ہجرت میں حضور کا رفیق ہو گا ۔ شب ہجرت دشمنوں کا حملہ کرنا ، دشمنوں کی پسپائی و ناکامی اَور حضور کا دشمنوں کے بیچ سے نکل جانا بھی مذکور ہے ۔

زبورِ مقدس :- " اس سے عداوت رکھنے والے اس کے سامنے سے بھاگ جائیں ۔ جیسے دھواں اڑ جاتا ہے ۔ ویسے ہی تو ان کو اڑا دے ۔ جیسے موم آگ کے سامنے پگھل جاتی ہے ۔" زبور : ۱ - ۱ و ۲

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ پہنچنا ، حضور کا استقبال ، عورتیں لڑکیاں ، ان کا دف لے کر گانا ، خوش آمدید کہنا سب مذکور ہے ملاحظہ ہو ۔

زبورِ مقدس :- " اَے خدا لوگوں نے تیری آمد دیکھی ، مقدس میرے خدا ، میرے بادشاہ کی آمد ۔ گانے والے آگے آگے اَور بجانے والے پیچھے پیچھے چلے ، دف بجانے والی جوان لڑکیاں بیچ میں ۔" زبور : ۶۸ - ۲۴ و ۲۵

عورتیں اَور لڑکیاں جو دف بجا رہی تھیں ملاحظہ ہو ۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

(حیب الشکر علینا ما دعا للہ داع)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ حضور کو ہجرت کے بعد فاتح ہونے کی حیثیت سے دوبارہ مکہ معظمہ میں لاؤں گا اور وہ لوگ جو جنگ کے خوف سے مکہ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں گے۔ انہیں پھر لاکر مکہ میں بسایا جائے گا۔ آسمانی کتابوں میں مذکور ہے۔

زبور مقدس :۔ "خداوند نے فرمایا کہ میں ان کو بسن (جبل مدینہ) پر لاؤں گا، لوگوں کو سمندر کی تہہ سے نکال لاؤں گا۔" زبور : ۲۸ - ۲۲

چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ ۸ھ میں فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے۔ جس کا تین آسمانی کتابوں میں اشارہ ہے دیکھئے۔

(۱) غزل الغزلات :۔ "میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ الخ غزل الغزلات: ۵ - ۱۰

(۲) توریت :۔ "وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت ہے۔" استثنا: ۳۳ - ۲

(۳) نامۂ یہوداہ :۔ "ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا۔ یہ پیشین گوئی کی تھی۔ کہ دیکھو خداوند اپنے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا۔" یہوداہ کا پہلا خط ۱ - ۱۴

ان تینوں کتابوں میں دس ہزار قدسیوں کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ فتح مکہ میں حضور کے ساتھ گئے ہوئے دس ہزار صحابہ کرام تھے نہ ایک کم نہ

ایک زیادہ پورے دس ہزار ۔

آسمانی کتابوں میں یہ بھی خبر ہے کہ فتح مکہ کے بعد سے پھر بیت المقدس میں بھی نہ بت پرستی ہوگی نہ بتوں کا نام ونشان باقی رہے گا ۔

انجیل مقدس :" یسوع نے اس سے کہا کہ اے عورت میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ تم نہ تو اس پہاڑ پر باپ کی پرستش کروگی نہ بیت المقدس میں "
یوحنا : ۴ - ۲۱

انجیل مقدس :" ہمارے خداوند یسوع مسیح کے بتانے کے موافق مجھے معلوم ہے کہ میرے خیمے گرائے جانے کا وقت جلد آنے والا ہے "
پطرس کا دوسرا خط : ۱ - ۱۴

اعلان طہارت مریم

جب یہود حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہونے لگے بلکہ ایمان لانے لگے ۔ تو یہودیوں نے عیسائیوں پر سختی کرنی شروع کر دی ۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ پر بطور طعنہ اتہام باندھنے لگے ۔ چنانچہ ان لوگوں نے یہ بات حضرت مسیح کی خدمت اقدس میں پیش کی ۔ حضرت مسیح نے جواباً فرمایا ۔

انجیل شریف :" جب وہ سچائی کی روح آئے .... تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا ۔ اور مجھے پاک وصاف باعظمت کر دے گا :" یوحنا : ۱۶ - ۱۴

اس پر یہودیوں نے اور بھی سختی شروع کی کہ ایسا شخص تو نبی ہو ہی نہیں سکتا ۔

اس وقت حضرت مسیح نے فرمایا۔

انجیل شریف: "جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کی روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے۔ تو وہ میری گواہی دے گا۔" یوحنا: ۱۵ - ۲۶

ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صفات وہ ہے۔ جس سے حضرت مریم علیہا السلام کے بہتان و الزام کا ازالہ ہو جائے گا۔ اور حضور ہی کی گواہی پر رسالت مسیحی موقوف و منحصر ہو گی اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا بھی کہ قرآنِ عظیم نے اس پوزیشن کو صاف کر دیا اور اٹل اور مسکت جواب دیا۔

قرآن کریم

آسمانی کتابوں میں ہمارے قرآنِ عظیم کا ذکر بڑی شان سے آیا ہے۔

(۱) توریتِ مقدس: "وہ کوہِ فاراں سے جلوہ گر ہوا۔ اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر اس کے لیے آتشی شریعت تھی۔" استثنا: ۳۲ - ۲

(۲) زبورِ پاک: "خداوند کی شریعت کامل ہے..... خداوند کے قوانین راحت ہیں..... خداوند کا حکم بے عیب ہے الخ" زبور: ۱۹ - ۷ تا ۹

(۳) انجیل شریف: " اور جو تخت پر بیٹھا تھا میں نے اس کے داہنے ہاتھ

ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی ۔ جو اندر سے اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا۔" مکاشفہ : ۱۵ - ۱

(۴) توریتِ مقدس :۔" میں ان کے (بنی اسرائیل) انہیں کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا ۔ اور جو کچھ مَیں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا ۔" استثنا : ۱۸ - ۱۸

(۵) زبور شریف :۔" خداوند کا کلام پاک ہے اس چاندی کے مانند جو بھٹی پر تپائی گئی اور سات بار صاف کی گئی ہو ۔ تو ہی اے خداوند ان کی حفاظت کرے گا ، تو ہی ان کو اس پشت سے ہمیشہ تک بچائے رکھے گا الخ"

زبور : ۱۲ - ۶،۷

(۶) زبور شریف : خداوند کی حمد کرو ، خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ ۔ اور مقدسوں کے مجمع میں اس کی مدح سرائی کرو ۔"

زبور : ۱۴۹ - ۱

(۷) یسعیاہ :۔" اے سمندر پر گزارنے والو اور اس میں بسنے والو ، اے جزیرو اور ان کے باشندو خداوند کے لیۓ نیا گیت گاؤ ، زمین پر سر تا سر اس کی ستائش کرو الخ" یسعیاہ : ۴۲ - ۱۰

ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ نبی خاتم الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

ہ آتشیں ہوگی۔ آپ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی زبان میں ہوگی۔ اس میں ایک لفظ بھی حضور کا نہ ہوگا، جو آیت ہوگی چاندی کی طرح خالص تپائی ہوئی ہو گی، اس پر سات مہریں یعنی سات آیتوں والی سورۃ فاتحہ ہوگی جو ہمیشہ مقدسوں کے مجمع یعنی نماز کی ہر رکعت میں قرآنِ عظیم کی تلاوت اسی سے شروع کی جائے گی۔ وہ کتاب مکمل اس کا دین کامل اس کے نبی کی نبوت عالمین پر محیط ہے۔ وہ اک نیا گیت ہے۔ اور حمد سے شروع ہے۔ یعنی وحی الٰہی کے لیے یہ ایک نئی زبان ہوگی (عربی)

نسخ شرائع سابقہ

اس کے علاوہ اگلی کل کتابیں نامکمل، کل نبوتیں ناتمام جو ظہور حضور صلی اللہ علیہ وسلم و نزولِ قرآن کے بعد منسوخ و مرفوع ہے۔ جبکہ خود انجیل کا ارشاد ہے۔

انجیل شریف:۔ "ہم لوگوں کا علم ناقص ہے اور ہم لوگوں کی نبوت ناتمام لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا۔"

ا۔ کرنتھین: ۱۳-۹، ۱۰

انجیل مقدس کی اس خبر سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک نبوتیں ناتمام و شریعتیں ناقص یعنی نامکمل تھیں۔ پس جب نبی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا: "الیوم اکملت لکم دینکم" تو دین شریعت قانون، کتاب

نبوت رسالت مکمل ہو کر تمام کو پہنچ گئیں۔ اور اس وقت ادیان منسوخ
اور ساری کتابیں مرفوع ہو گئیں۔ اور اب میرے رسول کی ڈیوڑھی کے سوا
کوئی ٹھکانہ نہیں۔

به مصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اس لیئے آج ساری دنیا اپنے اپنے مذہب کی کمی میرے قرآنِ عظیم سے قوانین
لے کر پورا کر رہی ہے۔ مثلاً (۱) مسئلہ طلاق (۲) کثرت ازدواج (۳) مسئلہ انتقام
(۴) ترکہ دختری (۵) عقد بیوگان وغیرہ وغیرہ میرے قرآن شریف سے لے کر
اپنے مذہب میں داخل کر رہی ہے۔ اس لیئے کہ ان کی کتابوں میں ان قوانین
کا بالکل الٹا ہے۔ اور ان قوانین سے ان کی مذہبی کتابوں کا سخت تصادم
و اختلاف ہے مگر چونکہ دنیا بغیر قرآن کے اب جی نہیں سکتی۔ اس لیئے
بلا خوف لومتہ لائم میرے قوانین لے کر اپنا کام چلا رہی ہے۔ ورنہ بغیر قرآن کے
زندگی تلخ و عرصۂ حیات تنگ نظر آتا ہے۔ بلکہ اب تو کھانے پینے، لباس میں بھی میری
پیروی ہو رہی ہے۔ جو چیز دوسرے کے ہاں قطعی حرام تھی میرے ہاں حلال دیکھ کر وہاں
بھی حلال ہو گئی۔ المختصر یہ میرا قرآن عظیم ہی ہے کہ پوری دنیا کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔